قرآن کریم اور سنتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۷۵ شمارہ: ۳

ربیع الاول: ۱۴۳۳ھ - فروری: ۲۰۱۲ء

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے، زر سالانہ: ۳۰۰ روپے

مدیر / مدیر مسئول

مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر

نائب مدیر

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

ناظم

مولانا فضل حق یوسفی

مجلس ادارت

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ (مدیر معاون)

مولانا عطاء الرحمٰن صاحب (ناظم تعلیمات)

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ:

ماہنامہ "بینات"، پوسٹ بکس نمبر ۳۴۶۵، کراچی ۷۴۸۰۰

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فون دفتر بینات: ۳۴۹۲۷۲۳۳

فون جامعہ: ۳۴۹۱۳۵۷۰_۳۴۱۲۱۱۵۲_۳۴۱۲۳۳۶۶

ایکسٹینشن: ۱۴۶_۱۴۷

فیکس: ۹۲-۲۱-۴۹۱۹۵۳۱

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ،

ناروے ویسٹ انڈیز وغیرہ: ۳۵ امریکی ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط، بحرین، عمان،

ایران، انڈیا وغیرہ: ۲۷ امریکی ڈالر

بنگلہ دیش: ۲۵ امریکی ڈالر

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

ناشر: مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر مطبع: ایجوکیشنل پریس کراچی طابع: فیروز ذکی

www.banuri.edu.pk

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

اسلامی جمہوریہ پاکستان اور شراب کی برآمد ۳ محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات و مضامین

بارگاہِ نبوت سے بدعتی کی تذلیل ۱۲ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

سماعِ موتیٰ کا عقیدہ ۱۵ حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتویؒ

والدین کی نافرمانی آخر کیوں؟ ۲۵ جناب عطاء اللہ علوی

مقیم مکہ کے لیے منیٰ میں قصر نماز ۲۸ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی

معاشرے کی اصلاح کا آغاز کہاں سے ہو؟ ۴۸ محمد عظیم قاسمی، فیض آبادی، دیوبند

یادِ رفتگان

حضرت نواب عشرت علی خان قیصرؒ ۵۳ محمد اعجاز مصطفیٰ

دار الافتاء

شمسی و قمری تاریخ کی شرعی حیثیت اور ابتدا ۵۹ مولوی قیصر مشتاق

نقد و نظر

۶۳ ادارہ

اسلامی جمہوریہ پاکستان اور شراب کی برآمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی

دین اسلام دین فطرت ہے جو انسانیت کو پاکیزگی و پاک بازی، عفت و پاک دامنی، شرم وحیا اور راست گوئی وراست بازی جیسی اعلیٰ صفات سے متصف اور مزین دیکھنا چاہتا ہے۔اس کے مقابلہ میں بے شرمی، بے حیائی، بے عقلی، بدگوئی اور بے راہ روی جیسی مبغوض وملعون عادات اور خسیس ورذیل حرکات سے بچنے کا حکم اور امر کرتا ہے۔

اسی بنا پر اسلام نے ہر اس چیز کے کھانے، پینے اور استعمال کی اجازت دی ہے جو حلال، طیب، پاکیزہ اور صاف ستھری ہو، جس کے استعمال سے صحت، قوت، طاقت، فرحت اور انبساط جیسی جسمانی ضروریات پوری ہوتی ہوں اور کردار واخلاق جیسے عمدہ خصال بنتے اور سنورتے ہوں اور اس کے برعکس ہر اس چیز کے برتنے اور استعمال سے منع کیا ہے جس سے صحت ایمانی اور صحت جسمانی کی خرابی، عقل وشعور جیسی نعمت کا زوال اور تہذیب واخلاق جیسے اعلیٰ اوصاف کے بگڑنے یا بدلنے کا اندیشہ اور شائبہ تک پایا جاتا ہو۔

قرآن کریم اور سنت نبویہ کی نصوص قطعیہ اور صحابہ کرامؓ کی تصریحات سے حلال وحرام کی وضاحت ہو چکی ہے، جن کی تفصیلات وتشریحات فقہائے عظام اجتہاد کے ذریعے اور علمائے کرام وعظ وبیان وافتاء کے ذریعے امت مسلمہ کے سامنے پیش کرتے آئے ہیں۔

ایک مسلمان کے لئے جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی فرضیت کا عقیدہ رکھنا، ان کا علم حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا فرض اور ضروری ہے، اسی طرح شراب، جوا، سود، زنا اور چوری کی حرمت کا عقیدہ رکھنا، اس کی حرمت کا علم حاصل کرنا اور اس سے بچنا بھی فرض اور ضروری ہے۔

شراب کے نفع ونقصان، حلال وحرام ہونے کے اوقات، پھر قطعی طور پر ممانعت کا حکم اور حرمت وممانعت کی حکمت کا ذکر قرآن کریم میں تین مقامات پر آیا ہے:

ا:۔''یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ، قُلْ فِیْھِمَآ إِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُھُمَآ أَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِھِمَا......'' (البقرہ:۲۱۹)

ترجمہ:۔''تجھ سے پوچھتے ہیں شراب کا اور جوئے کا، کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدہ سے......''۔

اس آیت میں شراب کی بابت سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ اگرچہ شراب اور قمار میں کچھ فائدہ ہے، لیکن ان کا گناہ اور نقصان ان کے فائدہ سے شدید تر ہے۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ شراب پینے سے عقل جاتی رہتی ہے اور یہی عقل ہی انسان کو تمام برائیوں اور افعال شنیعہ سے بچاتی ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد بہت سی محتاط طبیعتوں نے مستقل طور پر شراب نوشی ترک کردی، پھر کسی موقع پر نماز مغرب ہو رہی تھی، امام صاحب نے نشہ کی حالت میں سورۃ الکافرون میں ''لاأَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ'' کی جگہ ''أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ'' پڑھا، جس سے معنی میں بہت زیادہ تبدیلی آگئی، یعنی شرک سے اظہار برأت کی جگہ شرک کا اظہار لازم آیا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً یہ آیت نازل فرمائی:

۲:۔''یٰأَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاتَقْرَبُوْا الصَّلٰوۃَ وَأَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ......'' (النساء:۴۳)

ترجمہ:۔''اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو، یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو......''۔

چونکہ اس آیت سے بھی شراب کی ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے، جس کی بنا پر بہت سے حضراتِ صحابہ کرامؓ نے بالکلیہ شراب نوشی ترک کردی اور بہت سوں نے نماز عصر اور نماز مغرب کے بعد شراب پینا اس لئے چھوڑ دیا کہ ان نمازوں کے اوقات قریب ہیں۔

بہرحال قرآن کریم کے اشارات اور قرائن سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب شراب کی حرمت کا قطعی حکم نازل ہونے والا ہے، اس لئے حضرت عمرؓ نے ان ہر دو آیات کے نزول کے بعد یہ دعا کی: ''اللّٰھم بیّن لنا فی الخمر بیاناً شافیاً'' اے اللہ! شراب کے بارہ میں فیصلہ کن حکم فرمادیجئے۔

تیسرے مرحلہ پر سورۃ المائدہ کی یہ آیات نازل ہوئیں:

۳......یٰأَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ، إِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ أَنْ یُّوْقِعَ

بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضآءَ فِیْ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ، فَھَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ، وَأَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَأَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا، فَإِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْآ أَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلاَغُ الْمُبِیْنُ ''۔ (المائدہ:۹۰،۹۱،۹۲)

ترجمہ:۔''اے ایمان والو! یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب گندے کام ہیں شیطان کے،سوان سے بچتے رہوتا کہ تم نجات پاؤ، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں دشمنی اور بیر بذریعہ شراب اور جوئے کے اورروکے تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے،سواب بھی تم باز آؤ گے؟ اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول ﷺ کا اور بچتے رہو، پھر اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول ﷺ کا ذمہ صرف پہنچادینا ہے کھول کر''۔

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ مذکورہ بالا آیات کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''دیکھئے! اس آیت کریمہ میں شراب کی حرمت کس مؤثر انداز سے بیان فرمائی ہے، کسی حرام اور ممنوع چیز کی حرمت کا اعلان اس انداز سے نہیں کیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ ممانعت کی علت وحکمت بھی دینی ودنیوی دونوں پہلو سے بیان فرمادی، کسی تشریح وتفسیر کے بغیر صرف ترجمہ سمجھ کر اس آیت کو بار بار پڑھئے اور سوچئے کہ کتنا بلیغ پیرایۂ بیان اختیار کیا گیا ہے......''۔ (بصائر وعبر،ج:۲،ص:۶۹،۷۰)

حضرت بنوریؒ مزید لکھتے ہیں:

''غور فرمایا جائے کہ حرمت کے اعلان کے لئے کتنا مؤثر وبلیغ طرز اختیار فرمایا گیا ہے، ان حقائق کے بعد کتنا احمقانہ خیال ہے اور کتنا جاہلانہ تصور ہے کہ یہ کہا جائے کہ قرآن کریم نے نہ تو صریح حرام کا لفظ استعمال کیا ہے اور نہ ہی ان محرمات کا جہاں ذکر ہے، وہاں بیان کیا ہے۔ اثم، رجس، اجتناب انتہاء، عمل شیطان، سببِ بغض وعداوت، نماز وذکرُ اللہ سے غفلت کا باعث، وغیرہ، وغیرہ تعبیرات سے کیا ایک لفظ حرام زیادہ مؤثر ہوسکتا ہے؟ کیا کسی چیز کی ممانعت کی ایک ہی تعبیر ہوسکتی ہے؟ کل کو ''زنـــا'' کے بارے میں بھی کہا جائے گا کہ حرام کا لفظ کہاں ہے؟ وہاں تو صرف ''لاتَقْرَبُوْا الزِّنَا'' کا حکم ہے، وغیرہ وغیرہ۔ کیا اس قسم کے خرافات علمی دلائل کے سامنے کچھ وقعت رکھتے ہیں؟ بعض خردباختہ اونچے منصب والوں سے میں نے خود سنا ہے کہ جس چیز میں حکومت کا انٹرسٹ ہو یا خارجی سیاست کا تقاضا ہو، اس پر

پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔إنا للہ و إنا إلیہ راجعون''. (بصائروعبر،ج:۲،ص:۶۹،۷۰)

مشکوٰۃ میں حدیث ہے:

''عن أبی سعید الخدریؓ قال: کان عندنا خمر لیتیم، فلما نزلت المائدۃ سألت رسول اللہ ﷺ وقلت: انہ لیتیم، فقال: أھریقوہ، رواہ الترمذی''.

(مشکوٰۃ:۳۱۸)

ترجمہ:۔''حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس ایک یتیم کی شراب رکھی ہوئی تھی، میں نے اس کے بارہ میں آپ ﷺ سے دریافت کیا (آپ ﷺ نے اس شراب کو ضائع کرنے کا حکم دیا) میں نے عرض کیا کہ وہ تو ایک یتیم کی ملکیت ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اس کو بہادو''۔

مشکوٰۃ کے حاشیہ پرلکھا ہے کہ سورۃ المائدۃ کی ان آیات میں شراب کی حرمت پر سات دلائل دیئے گئے ہیں:

۱.....قرآن کریم نے شراب کو''رجس'' کہا ہے اور''رجس'' کا معنی نجاست اور گندگی آتا ہے، اور ہر آدمی جانتا ہے کہ ہر نجاست وگندگی شریعت مطہرہ اور عقل سلیم کے نزدیک حرام ہے۔

۲.....اللہ تعالیٰ نے شراب کو''عَمَلُ الشَّیْطَانِ''فرمایا ہے اور شیطان کا ہر عمل حرام ہے۔

۳.....قرآن کریم کا حکم ہے''فَاجْتَنِبُوْہُ''اور اللہ تعالیٰ جس چیز سے بچنے کا حکم فرمائیں تو وہ حرام ہوتی ہے۔

۴.....اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ''جس چیز کے اجتناب سے فلاح اور کامیابی متعلق ہو، اس کا کرنا حرام ہے۔

۵.....قرآن کریم کہتا ہے:''إِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ أَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِیْ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ''اور جو چیز مسلمانوں میں بغض اور عداوت کا سبب بنے تو وہ حرام ہوتی ہے۔

۶.....قرآن کریم کا بیان ہے:''وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ''اور جس چیز کے ذریعے شیطان مسلمانوں کو اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، وہ چیز حرام ہوتی ہے۔

۷.....اللہ تعالیٰ کا ارشاد''فَھَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ''یہ''اِنْتَھُوْا''امر کے معنی میں ہے، یعنی رک جاؤ۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس چیز سے رکنے کا فرمادیں تو پھر اس چیز کا کرنا حرام ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ''فَھَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ''سنتے ہی فرمانے لگے:''انتھینا، انتھینا''یعنی ہم باز آئے، ہم باز آئے۔

اب رہا یہ سوال کہ شراب کو حرام اور ممنوع یکبارگی قرار کیوں نہ دیا گیا، تدریجاً اس کی حرمت

کیوں نازل ہوئی؟ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تفسیر عثمانی میں اس کا جواب یوں دیتے ہیں:

''چونکہ عرب میں شراب کا رواج انتہاء کو پہنچ چکا تھا اور اس کا دفعۃً چھڑا دینا مخاطبین کے لحاظ سے سہل نہ تھا، اس لئے نہایت حکیمانہ تدریج سے اولاً قلوب میں اس کی نفرت بٹھائی گئی اور آہستہ آہستہ حکمِ تحریم سے مانوس کیا گیا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس دوسری آیت کو سن کر پھر وہی لفظ کہے: ''اللّٰھمّ بیّن لنا بیاناً شافیاً'' آخر کار سورۃ المائدۃ کی یہ آیات جو ہمارے سامنے ہیں: ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' سے ''فَھَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ'' تک نازل کی گئی، جس میں صاف صاف بت پرستی کی طرح اس گندی چیز سے اجتناب کرنے کی ہدایت تھی''۔

قرآن کریم کی ان آیات کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات مبارکہ میں شراب نوشی، اس کی خرید وفروخت اور اس کے پینے پلانے کو ایسا سنگین جرم قرار دیا ہے کہ جنہیں پڑھ کر ایک سلیم الطبع اور سلیم الفطرت مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱:۔''عن جابرؓ...... قال: کل مسکر حرام، إنَّ علی الله عهداً لمن یشرب المسکر أن یسقیه من طینة الخبال، قالوا: یا رسول الله! وما طینة الخبال؟ قال عرق أهل النار أو عصارة أهل النار، رواه مسلم''. (مشکوٰۃ ص:۳۱۷)

ترجمہ:۔''حضرت جابرؓ سے روایت ہے، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ہر نشہ آور مشروب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ نے عہد کر رکھا ہے کہ شراب پینے والوں کو دوزخیوں کے زخموں کی گندگی پلائی جائے گی، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ''طینۃ الخبال'' کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ: دوزخیوں کا پسینہ یا دوزخیوں کا پیپ''۔

۲:۔''عن عبد الله بن عمرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من شرب الخمر لم یقبل الله له صلوة اربعین صباحاً، فان تاب تاب الله علیه، فان عاد، لم یقبل الله له صلوة اربعین صباحاً، فان تاب تاب الله علیه، فان عاد فی الرابعة، لم یقبل الله له صلوة اربعین صباحاً، فان تاب لم یتب الله علیه وسقاه من نهر الخبال. رواه الترمذی والنسائی وابن ماجة والدارمی''.

(مشکوٰۃ ص:۳۱۷)

ترجمہ:۔''جو شخص ایک بار شراب پیئے اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں فرمائیں گے، اگر وہ توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی، دوبارہ شراب پیئے تو پھر چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی اور توبہ کرلے تو اللہ

تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیں گے، سہ بار شراب پئے تو پھر اس کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوگی اور توبہ کرلے تو توبہ قبول ہوگی اور اگر چوتھی بار شراب نوشی کا مرتکب ہو تو پھر اس کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوگی اور اب اگر توبہ بھی کرنا چاہے تو اندیشہ ہے کہ اس کی توفیق نہ ہو، بلکہ اسی جرم پر اس کا خاتمہ ہو، اور اللہ تعالیٰ اسے ''نہرِ خبال'' سے (جس سے دوزخیوں کی پیپ بہتی ہے) پلائیں گے''۔

۳:۔عن النبی ﷺ قال: لایدخل الجنة عاقٌ ولاقمّار ولامنّان ولامدمن خمر. رواه الدارمی". (مشکوٰۃ ص:۳۱۸)

ترجمہ:۔''چار شخصوں کا داخلہ جنت میں ممنوع ہے، والدین کا نافرمان، جوے باز، صدقہ کرکے جتلانے والا اور شرابی''۔

۴:۔''عن ابی امامةؓ قال: قال النبی ﷺ: إنّ الله تعالیٰ بعثنی رحمةً للعالمین وهدًی للعالمین، وأمرنی ربی بمحق المعازف والمزامیر والأوثان والصلب وأمر الجاهلیة وحلف ربی عز وجل بعزتی ولایشرب عبد من عبیدی جرعة من خمر إلا سقیته من الصدید مثلها ویترکها من مخافتی إلا سقیته من حیاض القدس. رواهُ أحمد". (مشکوٰۃ ص:۳۱۸)

ترجمہ:۔''اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃٌ للعالمین اور جہانوں کا ہادی بناکر بھیجا ہے اور مجھے میرے رب نے گانے بجانے کے سامان، بتوں اور صلیبوں کے توڑنے اور امورِ جاہلیت کے مٹانے کا حکم فرمایا ہے اور میرے رب عزوجل نے قسم کھائی ہے کہ مجھے اپنی عزت کی قسم! میرے بندوں میں سے جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ پئے گا، میں اسی قدر اس کو پیپ پلاؤں گا اور جو بندہ اس کو میرے خوف سے چھوڑ دے گا، میں اسے بارگاہِ قدس کے حوضوں کا آبِ طہور پلاؤں گا''۔

۵:۔''عن ابن عمرؓ أن رسول الله ﷺ قال: ثلثة قد حرم الله علیهم الجنة، مدمن الخمر والعاق والدیوث الذی یقر فی اهله الخبث. رواه أحمد والنسائی". (مشکوٰۃ ص:۳۱۸)

ترجمہ:۔''اللہ تعالیٰ نے تین شخصوں پر جنت حرام کردی ہے، شراب خور، والدین کا نافرمان اور وہ دیوث، جو اپنے گھر میں گندگی کو برداشت کرتا ہے''۔

۶:۔''عن دیلم الحمیریؓ قال: قلت لرسول الله ﷺ: یا رسول الله! إنا بارض باردة ونعالج فیها عملاً شدیداً وإنا نتخذ شراباً من هذا القمح

نتقوی بہ علی أعمالنا وعلی برد بلادنا، قال: هل یسکر؟ قلت: نعم! قال: فاجتنبوہ، قلت: إنّ الناس غیر تارکیہ، قال: إن لم یترکوہ قاتلوهم. رواہ أبوداؤد" (مشکوۃ ص:۳۱۸)

ترجمہ:۔''ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ سرد علاقے کے باشندے ہیں اور محنت بھی بہت کرتے ہیں، سردی اور مشقت کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم گیہوں سے ایک مشروب تیار کر کے استعمال کیا کرتے ہیں، فرمایا: کیا وہ نشہ آور ہوتا ہے؟ عرض کیا، جی ہاں! نشہ تو اس میں ہوتا ہے، فرمایا: تو پھر اس سے اجتناب لازم ہے، عرض کیا: لوگ تو اس کو ترک نہیں کریں گے، فرمایا: اگر وہ لوگ اس کو نہیں چھوڑتے تو ان سے جنگ کرو''۔

۷:۔**''عن وائل الحضرمی ان طارق بن سویدؓ سأل النبی ﷺ عن الخمر، فنهاہ، فقال: إنما أصنعها للدواء! فقال: إنہ لیس بدواء ولکنہ داء. رواہ مسلم".** (مشکوۃ ص:۲٦۷)

ترجمہ:۔''حضرت طارق بن سویدؓ نے آنحضرت ﷺ سے شراب کشید کرنے کی بات کی تو آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ: میں صرف علاج معالجہ اور دوا دارو کے لئے کشید کرنا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دوا نہیں، وہ تو بیماری ہے''۔

۸:۔**''عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لعن اللہ الخمر وشاربها وساقیها ومبتاعها وبائعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة إلیہ. رواہ ابو داؤد واللفظ لہ وابن ماجة، وزاد: وآکل ثمنها.**

(الترغیب والترہیب ج:۳،ص:۱۷۴)

ترجمہ:۔''حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شراب، اس کے پینے والے، اس کے پلانے والے، اس کے خریدنے والے، اس کے بیچنے والے، اس کے کشید کرنے والے، اس کے کشید کرانے والے، اس کے اٹھانے والے اور جس کی طرف لے جائی جائے (ان سب) پر لعنت کی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ: اس کی قیمت کھانے والے پر بھی لعنت کی ہے''۔

۹:۔**''عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال: لعن اللہ الیهود ثلاثا، إن اللہ حرم علیهم الشحوم فباعوها، فاکلوا أثمانها، إن اللہ اذا حرم علی قوم أکل شیئ حرم علیهم ثمنہ. رواہ ابوداؤد".** (الترغیب والترہیب، ج:۳،ص:۱۷۴)

ترجمہ:۔ ’’حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر تین بار لعنت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام کیا تو انہوں نے اس کو بیچ کر ان کی قیمتوں کو کھانا شروع کردیا، اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کسی چیز کے کھانے کو حرام کرتے ہیں تو اس کی قیمت کو بھی حرام کرتے ہیں‘‘۔

۱۰:۔ ”عن المغيرة بن شعبةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من باع الخمر فليشقص الخنازير. رواه ابوداؤد“. (الترغیب والترہیب، ج:۳،ص:۱۷۴)

ترجمہ:۔ ’’حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شراب بیچے تو اسے چاہئے کہ وہ خنزیر کے ٹکڑے کرکے بھی اسے بیچے (اور اس کی قیمت کھایا کرے) اسے ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے‘‘۔

خلاصہ یہ کہ شرابی جنت میں داخلے سے محروم ہے، شرابیوں کو دوزخیوں کے زخموں کی گندگی پلائی جائے گی، شرابی کی نماز قبول نہیں، شراب نوشی ترک نہ کرنے والوں کے خلاف جہاد کا حکم ہے، شراب بیماریوں کے بڑھانے کا سبب ہے، شراب پینا، پلانا، بیچنا، خریدنا، بنانا، بنوانا، لانا، منگوانا یہ سب کام موجبِ لعنت اور حرام ہیں۔ اسی طرح ایک مسلمان کے حق میں جب شراب حرام ہے تو اسے بیچ کر اس کی قیمت، نفع، ٹیکس یا زرمبادلہ حاصل کرنا بھی حرام ہے اور یہ کہ شراب بیچنے والا اور خنزیر بیچنے والا دونوں حکم میں برابر ہیں، کیونکہ دونوں چیزیں مسلمان کے حق میں حرام اور نجس العین ہیں۔

یہ ساری تفصیل لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ روزنامہ نوائے وقت کراچی میں یہ خبر چھپی ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے جمعہ کے روز ایک حکم نامے کے ذریعے پاکستان سے شراب برآمد کرنے کی پابندی اٹھالی ہے اور وزارتِ تجارت نے ایکسپورٹ آرڈر میں ترمیم کا حکم نامہ جاری کردیا ہے۔ اس خبر کی تفصیل ملاحظہ ہو:

’’کراچی (سالک مجید/وقائع نگار) پاکستان سے اب شراب بھارت کو برآمد کی جاسکے گی، کیونکہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے جمعہ کے روز ایک حکم نامے کے ذریعے پاکستان سے شراب برآمد کرنے کی پابندی اٹھالی ہے اور وزارتِ تجارت نے ایکسپورٹ آرڈر میں ترمیم کا ایس آر او جاری کردیا ہے، مذکورہ ایس آر او کے اجراء پر پاکستان شراب تیار کرنے والی لائسنس یافتہ کمپنیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے، اب بھارت سمیت تمام غیر مسلم ملکوں کو اسلامی جمہوریہ پاکستان سے شراب ایکسپورٹ کی جاسکے گی، البتہ او آئی سی کے رکن ۵۷ اسلامی ملکوں کو شراب پاکستان سے برآمد نہیں کی جاسکے گی۔ سرکاری ذرائع کے مطابق پاکستان میں تیار

کی جانے والی شراب کی انٹرنیشنل مارکیٹ میں کافی ڈیمانڈ موجود ہے اور لائسنس یافتہ شراب ساز کمپنیاں کافی عرصے سے شراب ایکسپورٹ کرنے کی کوششیں کررہی تھیں، لیکن مختلف ادوار میں حکومتی سطح پر اجازت نہیں مل رہی تھی، پیپلز پارٹی کی سابقہ حکومتوں نے بھی اس کی اجازت نہیں دی تھی۔ بے نظیر بھٹو کے دونوں ادوار میں اس پر پابندی برقرار رکھی گئی تھی، جنرل پرویز مشرف کے دور میں بھی اس پر پابندی برقرار رہی، لیکن پیپلز پارٹی کی موجودہ حکومت نے شراب ایکسپورٹ کرنے کی اجازت دے دی ہے، بظاہر اسے قیمتی زرمبادلہ کے حصول کا ذریعہ بتایا جارہا ہے۔ موجودہ وزیرِ تجارت مخدوم امین فہیم کشمیر کمیٹی کے اجلاس میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے پہلے ہی تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اور ان پر بھارت نوازی کا الزام لگایا جارہا ہے، اب ان کی وزارتِ تجارت نے شراب پاکستان سے ایکسپورٹ کرنے کی اجازت دے دی ہے، جس کے ذریعے شراب بھارت کو بھی ایکسپورٹ کی جاسکے گی''۔

(روزنامہ نوائے وقت، کراچی ۳۱ر دسمبر ۲۰۱۱ء)

اسلام تجارت، محنت، مزدوری اور حصول رزق سے کبھی منع نہیں کرتا، بلکہ اس کی ترغیب وتحریض کے علاوہ اس کے فضائل بھی بیان کرتا ہے۔ اسلام کسب حلال کی محنت اور جستجو کو ایک بہترین عمل اور فریضہ قرار دیتا ہے، ہاں! اسلام حلال اور حرام کے درمیان حد فاصل ضرور قائم کرتا ہے۔ لیکن بے دین اور لامذہب مادہ پرست اقوام اور افراد کا یہ فلسفہ اور اصول بن چکا ہے کہ مال ودولت آنا چاہئے، خواہ اس کا حصول جس طرح ممکن ہو۔ ان کے نزدیک جائز وناجائز، حلال وحرام، صحیح وغلط کی کوئی حدود وقیود نہیں۔ شراب، جوا، قمار، سود، زنا، لاٹری، سٹہ بازی، جسم فروشی غرضیکہ ہر وہ چیز اور طریقہ ان کے نزدیک ٹھیک اور قابل عمل ہے، جس سے حصول زر وابستہ ہو۔ افسوس کہ مسلم ملک کا حکمران طبقہ بھی قرآن کریم اور سنت نبویہ کی اتباع اور پیروی کے بجائے ان بے دین، لامذہب اور مادہ پرست عوام کی نقالی کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دے رہا ہے۔

آج کے حکمران اپنے فیصلے، پالیسیاں اور تجارتی لین دین اسلامی قانون کے بجائے لادینی قانون کے مطابق بنارہے ہیں، ان کی اقتصادیات کی گاڑی یہودی سرمایہ کاروں کی بچھائی ہوئی لائن پر چل رہی ہے۔

قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کے ان صریح ارشادات کے بعد تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی مسلمان اس ام الخبائث کے قریب بھی جاسکتا ہے، لیکن کس قدر لائق شرم ہے یہ بات کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان سے اب دوسرے ممالک کو شراب برآمد کی جائے گی۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

بارگاہِ نبوت سے بدعتی کی تذلیل

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

حافظ ابوالقاسم ابن عساکرؒ کتاب التبیین میں شیخ سعد بن علی الاسفرائنیؒ سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے زین القراء، جمال الحرم شیخ ابوالفتح عامر بن نجا بن عامر الساری سے مکہ میں سنا، وہ فرماتے تھے کہ میں ۱۴رشوال ۵۴۵ھ کو بروز اتوار ظہر اور عصر کے مابین مسجد حرام میں داخل ہوا، اعضاء شکنی اور دورانِ سر کی وجہ سے مجھ میں بیٹھنے کی ہمت نہیں تھی، میں کسی ایسی جگہ کا متلاشی تھا جہاں ذرا سا لیٹ کر استراحت حاصل کروں، میں نے دیکھا کہ باب عروہ کے پاس رباط رامشتی کے بیت الجماعت کا دروازہ کھلا ہے، چنانچہ وہاں جا کر کعبہ شریف کے سامنے داہنی کروٹ پر لیٹ گیا اور ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ لیا، بایں خیال کہ نیند کی وجہ سے اعادۂ وضو کی نوبت نہ آئے، اتنے میں ایک مشہور ومعروف بدعتی وہاں آیا، اس نے اسی دروازے کے سامنے مصلی بچھایا، جیب سے ایک چھوٹی سی تختی نکالی جو غالباً پتھر کی تھی، اسے چوم چاٹ کر اپنے آگے رکھا اور حسب معمول ہاتھوں کو چھوڑ کر لمبی نماز شروع کردی، جب سجدے میں جاتا تو اسی تختی پر سجدہ کرتا، نماز سے فارغ ہوا تو دیر تک اس تختی پر سجدہ ریز رہا، دونوں رخسارے اس پر مسلتا اور گڑگڑا کر دعا کرتا رہا، سجدے سے سر اٹھایا تو اس تختی کو پھر چوما، آنکھوں پر رکھا، اور دوبارہ چوم کر اسے جیب میں ڈال لیا۔ میں نے یہ منظر دیکھا تو بڑی کراہت اور وحشت ہوئی، خیال آیا کہ کاش! رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہوتے تو ان لوگوں کی بدعت اور ناشائستہ حرکت کی بنا پر اُنہیں بیک بینی و دوگوش یہاں سے نکال دیتے۔

میں اسی سوچ میں نیند کو دفع کرنے کی کوشش کررہا تھا تاکہ وضو نہ ٹوٹ جائے، اچانک مجھ پر اونگھ کا غلبہ ہوا اور بیداری اور نیند کی درمیانی حالت تھی کہ میں نے دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے، جس میں بہت سے لوگ کھڑے ہیں، ہر ایک کے ہاتھ میں ایک مجلد کتاب ہے اور سب لوگ ایک شخص کے گرد

حلقہ باندھے ہوئے ہیں، میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا قصہ ہے؟ اور اس حلقہ کے اندر کون صاحب ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ آنحضرت ﷺ کا دربارِ عالی لگا ہوا ہے اور یہ سب لوگ اپنے اپنے مذاہب واعتقادات کی کتابیں آنحضرت ﷺ کو سنا کر ان کی تصحیح کرار ہے ہیں، اتنے میں اہل حلقہ میں سے ایک شخص آیا، جس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی، مجھے بتایا گیا کہ یہ امام شافعیؒ ہیں، وہ حلقہ کے اندر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو سلام عرض کیا، مجھے بھی حلقہ کے اندر حاضر ہونے کا موقع مل گیا، دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے جمال وکمال کے ساتھ رونق افروز ہیں، صاف ستھرا سفید وبراق لباس زیب تن ہے، عمامہ، کرتا، اور دیگر کپڑے جو اہل اللہ کا معمول ہیں۔ بہرحال آنحضرت ﷺ نے امام شافعیؒ کے سلام کا جواب دیا اور انہیں خوش آمدید کہا، امام شافعیؒ نے اپنی کتاب سے اپنا عقیدہ ومذہب پڑھ کر سنایا۔ ان کے بعد ایک اور صاحب آئے، بتایا گیا کہ یہ امام ابوحنیفہؒ ہیں، ان کے ہاتھ میں بھی کتاب تھی، حاضر ہوئے، سلام عرض کیا اور امام شافعیؒ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور اپنی کتاب سے اپنا عقیدہ ومذہب پڑھ کر سنایا، ان کے بعد ہر صاحب مذہب آیا، اسے پہلے کے پہلو میں جگہ ملتی۔ یہ سب حضرات فارغ ہوئے تو ایک بدمذہب بدعتی آیا، اس کے ہاتھ میں چند غیر مجلد کراسے (صفحے) تھے، جن میں ان لوگوں کے عقائد درج تھے، وہ حلقہ کے اندر جا کر اپنے عقائد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا، آنحضرت ﷺ کے رفقاء میں سے ایک شخص نکلا، اس نے بدمذہب کے ہاتھ سے وہ کرا سے چھین کر حلقے سے باہر پھینک دیئے اور اسے بصد ذلت ورسوائی باہر دھکیل دیا۔

جب میں نے دیکھا کہ سب لوگ فارغ ہو چکے ہیں، اور اب کوئی شخص دربارِ عالی میں اپنی کتابِ عقائد پیش نہیں کر رہا، تو میں ذرا آگے بڑھا، میرے ہاتھ میں ایک مجلد کتاب تھی، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس کتاب میں میرا اور اہل سنت کا عقیدہ درج ہے، آپ ﷺ ارشاد فرمائیں تو پیش کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کون سی کتاب ہے؟ عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ (امام) غزالیؒ کی تصنیف ''قواعد العقائد'' ہے۔ فرمایا: پڑھو! میں نے مؤدب بیٹھ کر پڑھنا شروع کیا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم"

"کتاب قواعد العقائد وفیہ أربعة فصول، الفصل الأول فی ترجمة عقیدة أهل السنة فی کلمتی الشهادة التی هی أحد مبانی الإسلام، فنقول وباللہ التوفیق: الحمد للہ المبدی المعید الفعال لما یرید".

ترجمہ:۔ ''کتاب ''قواعد العقائد'' اس میں چار فصلیں ہیں: پہلی فصل کلمۂ شہادت'' لا إلہ إلا اللہ محمدٌ رسولُ اللہ '' سے متعلق عقیدہ اہل سنت کے بیان میں، جو اسلام کی ایک بنیاد ہے، چنانچہ ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتے ہیں: تمام تعریفیں اللہ

کے لئے ہیں، جس نے پہلی بار پیدا کیا اور جو دوبارہ پیدا کرے گا، جس کی یہ شان ہے کہ جو چاہے کر ڈالے''۔

خطبہ اور عقیدۂ غزالیؒ کو پڑھتے ہوئے جب میں امام غزالیؒ کی اس عبارت پر پہنچا:

''معنی الكلمة الثانية وهي الشهادة للرسول ﷺ وأنه بعث النبي الأمي القرشي محمداً ﷺ برسالته إلى كافة العرب والعجم والجن والإنس فنسخ بشريعته الشرائع إلا ما قرره منها وفضله على سائر الأنبياء وجعله سيد البشر، ومنع كمال الإيمان بشهادة التوحيد وهو قول'' لا إله إلا الله '' مالم تقترن بها شهادة الرسول وهو قولك'' محمد رسول الله ''وألزم الخلق تصديقه في جميع ما أخبر عنه من أمور الدنيا والآخرة الخ''.

ترجمہ:۔''اور دوسرے جملہ یعنی''محمد رسول الله'' کے معنی ہیں رسول اللہ ﷺ کی رسالت ونبوت کی شہادت دینا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قبیلہ قریش کے نبی امی حضرت محمد ﷺ کو تمام عرب وعجم اور جن وانس کی جانب رسول بنا کر بھیجا، ان کی شریعت سے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا، بجز ان مسائل کے جو آپ ﷺ نے برقرار رکھے اور تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ ﷺ کو فضیلت دی اور آپ ﷺ کو سید البشر کے مرتبہ پر فائز کیا اور یہ قرار دیا کہ جب تک کوئی شخص''لا الہ إلا اللّٰہ'' کے ساتھ''محمد رسول الله'' کی شہادت نہ دے، تب تک اس کا''لا إله إلا اللّٰه'' کہنا بھی کالعدم ہے اور آنحضرت ﷺ نے دنیا وآخرت کے جن امور کی خبر دی، ان کی تصدیق کو تمام مخلوق پر لازم کیا الخ''۔

تو آنحضرت ﷺ کا چہرہ انور چمکنے لگا، میری جانب نظر التفات ہوئی اور ارشاد فرمایا:''غزالی کہاں ہیں؟'' امام غزالیؒ گویا آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑے تھے، فوراً آگے بڑھے، اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں، یہ کہہ کر سلام کیا، آپ ﷺ نے سلام کا جواب مرحمت فرمایا اور ان کی طرف دست مبارک بڑھایا، امام غزالیؒ آپ ﷺ سے برکت حاصل کرنے کے لئے دست مبارک کو چومتے اور اپنے رخساروں پر ملتے رہے۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے کسی پر ایسی مسرت وابتہاج کا اظہار نہیں فرمایا، جس قدر کہ میرے''قواعد العقائد'' پڑھنے پر خوش ہوئے، بعد ازاں میری آنکھ کھل گئی اور ان احوال ومشاہدات اور کرامات کے اثر سے میرے آنسو بہہ رہے تھے۔ فللّٰه الحمد والمنة۔

(اتحاف، ج:۱،ص:۱۶، ۱۷)

سماعِ موتیٰ کا عقیدہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ

ضبط: مولانا محمد امیر بجلی گھر دامت برکاتہم

۱۹۵۶ء مقام غورغشتی ضلع اٹک احقر اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زین العابدینؒ (فاضل دیوبند) دن کو برکۃ العصر، عمدۃ المحدثین، زینۃ المحدثین، شیخ المشائخ، زبدۃ الصالحین، عارف باللہ، ابوذرِ زمانہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ کے درسِ حدیث میں شریک ہوئے۔ رات کو عشاء کی نماز ہم نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی اقتداء میں پڑھی اور نماز کے بعد حضرت اپنے کمرے میں تشریف لے گئے اور احقر اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زین العابدینؒ اور تین چار مہمان علماء کرام جو کہ یار حسین ضلع صوابی کے تھے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے شاگرد تھے، ہم بھی کمرے میں داخل ہوئے، حضرتؒ نے درج ذیل باتیں ارشاد فرمائیں۔

ان علماء کرام میں سے ایک مولانا صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! ہمارے علاقہ صوابی میں ایک مولوی صاحب درسِ قرآن میں یہ کہتے ہیں کہ: سماعِ موتیٰ کا عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہے، قرآن میں سماعِ موتیٰ ثابت نہیں ہے۔ اور دلیل میں یہ آیت کریمہ پیش کرتے ہیں کہ: ''إِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰي'' کہ اے پیغمبر! آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! ان لوگوں کی باتیں میرے ساتھ مت کرو، انہوں نے ہمارے پیر و مرشد کو بدنام کر دیا ہے، ہم نے اپنے پیر و مرشد سے کبھی بھی ایسی باتیں نہیں سنی ہیں...... باقی ان کا یہ استدلال غلط ہے، آیتِ کریمہ میں نفیِ مطلق سماع کی نہیں ہے، بلکہ سماعِ نافع و مفید کی ہے۔ پھر اس مولانا صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! وہ مولوی صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں اور آپ ﷺ کو دنیا کا کوئی علم نہیں ہے اور قبر میں روح کا تعلق بدن سے نہیں ہوتا، لہذا ثواب اور

عذاب صرف روح کو ہوتا ہے، بدن کو نہیں۔اس کے متعلق ارشاد فرمائیں۔

قبر کا عذاب وثواب برحق ہے

ارشاد فرمایا کہ: اہلِ حق کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے، کافروں اور بعض گناہگار اہلِ ایمان کو قبر میں عذاب ہونا اور قبر میں اہلِ اطاعت کو نعمت وثواب کا ملنا اور منکر ونکیر کا سوال کرنا، یہ تمام امور برحق ہیں اور دلائل سے ثابت ہیں۔اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ قبر میں عذاب یا ثواب اس شخص کو ہوگا جو اس کا مستحق ہو اور منکر ونکیر قبر میں میت سے سوال کرتے ہیں، اس کے رب کے بارے میں، اس کے دین کے بارے میں اور اس کے نبی ﷺ کے بارے میں، جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے اس پر احادیث وارد ہیں اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

قبر کے عذاب پر قرآن کی آیات اور احادیثِ متواترہ وارد ہیں:

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! قبر کے عذاب پر قرآن کریم کی آیات اور جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیثِ متواترہ وارد ہوئی ہیں اور سلف صالحین صحابہ کرامؓ وتابعینؒ کا اس پر اجماع ہے۔اور حضرت شیخ الحدیثؒ نے مولانا زین العابدینؒ سے فرمایا کہ: مولوی صاحب! سامنے الماری سے شرح عقائد کو اٹھالاؤ۔مولوی صاحب نے لاکر حضرت کے سامنے رکھ دی، حضرت نے کھول کر عربی عبارت پڑھی، پھر اس کا ترجمہ کیا اور فرمایا کہ: حاصل یہ کہ عذاب وثوابِ قبر اور بہت سے احوالِ آخرت میں احادیث متواتر ہیں، اگرچہ فرداً فرداً آحاد ہیں۔

نبراس شرح ''شرح عقائد'':

ارشاد فرمایا کہ: یہ شرح عقائد کی شرح نبراس ہے اور پھر اس کی عربی عبارت پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا کہ شارحؒ فرماتے ہیں کہ:

قبر کے عذاب وثواب اور سوال کی احادیث صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں، جن میں یہ حضرات بھی شامل ہیں۔حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت انسؓ، حضرت براءؓ، حضرت تمیم داریؓ، حضرت ثوبانؓ، حضرت جابرؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت عبادہؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عمرو بن عاصؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوامامہؓ، حضرت ابودرداءؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ۔پھر ان سے اتنی قوموں نے روایت کی ہے، جن کی تعداد کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔

صحیح بخاری شریف:

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! حضرت امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں عذاب قبر کے باب میں قرآن کریم کی تین آیات اور جناب رسول اللہ ﷺ کی چھ احادیث ذکر کی ہیں، جو ان پانچ صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت اسماءؓ اور حضرت انس بن مالکؓ۔

فتح الباری:

ارشاد فرمایا: پھر حضرت شیخ الحدیثؒ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری کو کھول کر اس کی عربی عبارت پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ: جبل العلم حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

> ''عذابِ قبر میں ان مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ اور احادیث بھی وارد ہیں، چنانچہ ان میں سے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت سعدؓ، حضرت زید بن ارقمؓ اور حضرت ام خالدؓ کی احادیث تو صحیحین میں یا ان میں سے ایک میں موجود ہیں اور حضرت جابرؓ کی حدیث ابن ماجہؒ میں ہے اور حضرت ابوسعیدؓ کی حدیث ابن مردویہؒ نے روایت کی ہے اور حضرت عمرؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن حسنہؓ اور حضرت عبداللہ عمروؓ کی ابوداؤد میں ہیں اور حضرت ابوبکرؓ اور اسماء بنت یزیدؓ کی احادیث نسائی میں ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث طحاوی میں ہے اور حضرت ام بشریٰؓ کی حدیث مصنف ابن ابی شیبہؒ میں ہے اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرامؓ سے بھی احادیث مروی ہیں''۔

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! یہ قریباً تیس صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی ہیں، جن سے عذابِ قبر کی احادیث مروی ہیں، اس لئے قبر کے عذاب وثواب کے متواتر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی اس تقریر کے بعد اُس مولانا صاحب نے پھر عرض کیا کہ حضرت! جب یہ ثابت ہوا کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اور یہ اہلِ حق کا اجماعی عقیدہ ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ قبر کا یہ عذاب وثواب صرف روح سے تعلق رکھتا ہے یا میت کے جسم عنصری کی بھی اس میں مشارکت ہے؟ اور یہ کہ اس عذاب وثواب کا محل آیا یہی حسّی گڑھا ہے جس کو عرفِ عام میں قبر کہتے ہیں یا برزخ میں کوئی جگہ ہے جہاں میت کو عذاب وثواب ہوتا ہے اور اسی کو عذابِ قبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے؟

قبر کا عذاب وثواب جسم وروح دونوں کو ہوتا ہے:

ارشاد فرمایا کہ: جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ کے تتبع وتلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب صرف روح کو نہیں ہوتا، بلکہ میت کے جسم وروح دونوں کو ہوتا ہے اور یہ کہ عذاب وثواب کا محل یہی حسّی قبر ہے، جس میں مردہ کو دفن کیا جاتا ہے، پھر فرمایا کہ: چونکہ یہ عذاب وثواب دوسرے عالم کی چیز

ہے، اس لئے میت پر جو حالات قبر میں گزرتے ہیں، زندوں کو ان کا ادراک وشعور عام طور پر نہیں ہوتا۔

قبر کا عذاب:

ارشاد فرمایا کہ: چونکہ عذاب وثواب اسی حسّی قبر میں ہوتا ہے اور یہ کہ میت کا بدن بھی عذاب وثواب سے متأثر ہوتا ہے اور احادیث نبویہ سے بہت سے شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے دو آدمیوں کی آواز سنی، جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑی چیز پر نہیں ہو رہا ہے (کہ جس سے بچنا مشکل ہو) ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا، پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور اس کو بیچ سے آدھوں آدھ چیرا، انہیں ایک ایک کر کے دونوں قبروں پر گاڑ دیا، صحابہ کرامؓ نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ شاید اس عمل سے ان کے عذاب میں اس وقت تک کے لئے تخفیف ہو جائے، جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! اس نوعیت کا ایک اور واقعہ حضرت جابرؓ سے صحیح مسلم میں بھی منقول ہے۔

ارشاد فرمایا کہ: اس حدیث مبارک سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ان دونوں قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے عذاب قبر کو محسوس فرمانا اور جن دو شخصوں کو عذاب قبر ہو رہا تھا، ان کی آواز سننا اور آپ ﷺ کا ان دونوں قبروں پر شاخِ خرما کا گاڑنا اور آپ ﷺ سے یہ دریافت کرنے پر یہ فرمانا کہ: شاید ان کے عذاب میں کچھ تخفیف ہو جائے جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔

ارشاد فرمایا کہ: اگر یہ گڑھا جس کو قبر کہا جاتا ہے، عذابِ قبر کا محل نہ ہوتا تو ان شاخوں کو قبروں پر نصب نہ فرمایا جاتا اور اگر میت کے بدن کو عذاب نہ ہوتا تو آپ ﷺ ان دو شخصوں کی آواز نہ سنتے، اور نہ قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے عذابِ قبر کا احساس ہوتا۔

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! ہمارا اور ہمارے پیر ومرشد امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ اور ہمارے اساتذۂ کرام کا اور تمام اکابرین کا یہ عقیدہ ہے کہ متواتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ قبر میں جسم کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے اور جسم سے تعلق قائم کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کو ادراک وشعور حاصل ہوتا ہے اور اسی تعلق اور ادراک وشعور کی وجہ سے مردہ سلام وکلام وغیرہ سنتا ہے اور سماعِ موتیٰ کی حدیثیں صحیح ہیں اور اپنی حقیقت پر محمول ہیں۔ یہی جمہور شراحِ حدیث کی بھی رائے ہے۔

ایک مہمان مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! ہمارے علاقے میں ایک آدمی فوت ہوا اور لوگ اس کے لئے قبر کھود رہے تھے، ایک آدمی نے جب جبل دیوار پر مارا تو اس دیوار میں سوراخ ہو گیا، جب ان لوگوں نے سوراخ کو ذرا اور زیادہ کیا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک قبر ہے اور اس میں مردہ پڑا ہے اور اس کا کفن بالکل سفید ہے، میلا تک نہیں ہے، جب انہوں نے کفن کو ذرا کھولا تو وہ ایک سفید ریش آدمی ہے اور اس

کی داڑھی میں پانی کی بوندیں موجود ہیں تو لوگوں نے جلدی جلدی اس سوراخ کو مٹی گارے سے بند کردیا۔

ارشاد فرمایا کہ: عزیزو! اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں، اپنی قدرت کی نشانیاں اپنے بندوں کو کبھی کبھی دکھادیتے ہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت! میں ایک واقعہ سنادوں؟

ارشاد فرمایا کہ بالکل سنادو۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت! دوسال پہلے ۱۹۵۴ء میں افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ خان نے سنگِ مرمر کی دو قبریں پاکستان کی حکومت کو بھیجیں کہ ان کو مشہور شاعر خوشحال خان خٹک اور حضرت عبدالرحمٰن باباؒ کی قبروں پر لگادیں۔ تو عبدالرحمٰن باباؒ کی قبر کو جو مستری بنارہا تھا، وہ ہمارے محلے سار بانان رام داس بازار میں رہتا تھا، اس نے مجھے عشاء کی نماز کے بعد بتایا کہ صبح کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ عبد الرحمٰن باباؒ کی قبر کو بنائیں گے، تم بھی آجاؤ۔ میں دارالعلوم سرحد میں مدرس ہوں۔ گیارہ بجے جب میں سبق سے فارغ ہوا تو ایک طالب علم سعید احمد بنوری کو اپنے ساتھ سائیکل پر بٹھایا اور دونوں عبدالرحمٰن باباؒ کے مزار پر چلے گئے، جب ہم دونوں وہاں پہنچے تو مزدور قبر مبارک کے ساتھ لحد کو کھودرہے تھے، میں نیچے اترا اور اس طالب علم اور ایک مزدور کو بھی لیا اور قبلہ کی طرف لحد میں سوراخ کرلیا، پھر میں نے اس سوراخ کو ذرا بڑا کردیا، اندر جب میں نے دیکھا تو اندر مردہ پڑا تھا۔ میں نے اس طالب علم اور مزدور کو کہا، تم دونوں میرا ایک ہاتھ اور پاؤں پکڑلو اور میں نے ہاتھ اندر کیا، چہرے پر ہاتھ پھیرا، آنکھوں کو کھولا، ہاتھ پر ہاتھ پھیرا، سینے پر ہاتھ مارا، داڑھی میں ہاتھ پھیرا، ہونٹوں کو کھولا، دانتوں کو دبایا، بالکل تروتازہ بدن تھا، زلفوں کا ایک گچھا ایک کاندھے پر پڑا تھا اور دوسرا دوسرے کاندھے پر۔ تقریباً دس بارہ منٹ میں نے یہ نظارہ کیا اور پھر باہر نکلا، اوپر جب میں چڑھا اور سن دیکھا تو کتبہ پر سن وفات جو لکھا ہوا تھا، اس کے مطابق وفات کو (۳۱۶) تین سو سولہ سال ہوچکے تھے۔

ارشاد فرمایا: اللہ اکبر! یہ نیک لوگوں کی شان ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! یہ قصہ جو آپ صاحبان نے سنا کہ حضرت عبدالرحمٰن باباؒ اپنی قبر مبارک میں تین سو سولہ سال بعد ان کا بدن بالکل صحیح سالم تھا اور ان کے جسم کو مٹی نے نہیں کھایا، حالانکہ وہ نبی نہیں تھے، بلکہ امتی اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے، تو انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی شان تو بہت اونچی ہے۔

قبور میں حیاتِ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام:

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام قبر اور برزخ میں زندہ ہیں اور ان کی زندگی حضرات شہداءؓ کی زندگی سے بھی اعلیٰ اور ارفع ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات قرآن کریم کی روشنی میں:

ارشاد فرمایا کہ: قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر حیات الانبیاء علیہم السلام کا ثبوت اشارۃً، دلالۃً و راقتضاءً ملتا ہے، ہم ان میں سے صرف چند آیتوں کا ذکر کرتے ہیں:

''وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی الْکِتَابَ فَلَاتَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَآئِہٖ''. (الم سجدہ:۲۳)

ترجمہ:۔''اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی، سو آپ اس کے ملنے میں شک نہ کیجئے!''۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ معراج کی رات ان سے کئی بار ملے تھے اور ملاقات بغیر حیات کے ممکن نہیں، لہذا اس آیت میں اقتضاء النص سے حیات النبی ﷺ کا ثبوت ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! اصولِ فقہ کا مشہور مسئلہ ہے، جو کہ اصولِ فقہ کی بڑی بڑی کتابوں میں موجود ہے کہ جو حکم اقتضاء النص سے ثابت ہوتا ہے وہ بحالت انفراد، قوت واستدلال میں عبارت النص کے مثل ہوتا ہے۔

تفسیر روح المعانی:

ارشاد فرمایا کہ: علامہ آلوسی حنفیؒ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں، حضرت شیخ الحدیثؒ نے روح المعانی کو کھول کر عربی عبارت پڑھی، پھر اس کا ترجمہ کیا۔

ترجمہ: اس سے مراد یہ ہے کہ معراج کی رات جناب رسول اللہ ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی، جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں ہے اور اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت قتادہؓ اور سلف کی ایک جماعت سے بھی منقول ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''سو آپ اس کے ملنے کی'' ایک جماعت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا وعدہ فرمایا۔ اس اعتبار سے یہ آیت واقعۂ معراج سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

۳:۔''وَلَاتَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ، بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ''. (البقرۃ:۱۵۴)

ترجمہ:۔''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں، ان کی نسبت یوں نہ کہو کہ وہ مردے ہیں، بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں، لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے''۔

۴:۔''بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ، فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتَاھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ''

(آل عمران:۱۶۹،۱۷۰)

ترجمہ:۔''بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے مقرب ہیں، ان کو رزق بھی ملتا ہے، وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے''۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ:

ارشاد فرمایا کہ ان دو آیتوں کے متعلق علامہ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ: جب نقل کے اعتبار سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ شہداء زندہ ہیں، تو عقل کے اعتبار سے بھی یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام تو شہداء سے ہر حال میں افضل ہیں، اس لئے آیت سے ان کی حیات بطریقِ اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! آپ صاحبان غور فرمائیں کہ حافظ ابن حجرؒ کس قدر قوت کے ساتھ آیت کریمہ سے بدلالۃ النص، بلکہ بدرجہ اولویت حیات الانبیاء علیہم السلام کو ثابت کرتے ہیں۔

۵:۔''فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ......'' (سباء:۱۴)

ترجمہ:۔''پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کردیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا، مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عصا کو کھاتا تھا، سو جب وہ گر پڑے، تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی۔

ارشاد فرمایا کہ: اس آیت سے بھی بطریقِ دلالۃ النص حیات الانبیاء علیہم السلام کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ جب کیڑوں نے مضبوط اور سخت ترین عصائے سلیمانی کو کھالیا تو جسم عنصری کا کھانا تو اس سے کہیں زیادہ آسان اور سہل تھا، مگر اس کے باوجود جسم کا ٹکا رہنا، بلکہ محفوظ ہونا حیات کی صریح دلیل ہے۔ ارشاد فرمایا کہ: یہاں یہ نقطہ بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسدِ اطہر کے زمین پر آجانے کو ''خر'' کے لفظ کے ساتھ تعبیر فرمایا مگر اس کو ''سقط'' سے تعبیر نہیں فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ''خــر'' کا لفظ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں جہاں کہیں بھی ذکر ہوا ہے تو وہ زندہ انسان کے جھک جانے یا گر جانے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

۶:۔''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا''. (النساء:۶۴)

ترجمہ:۔''اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے، اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول ﷺ بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا، رحمت کرنے والا پاتے''۔

ارشاد فرمایا: حضرت شیخ الحدیثؒ نے مولانا زین العابدینؒ سے فرمایا کہ: مولوی صاحب! سامنے الماری سے تفسیر ابن کثیر پہلی جلد اٹھا کر لاؤ! مولانا نے تفسیر ابن کثیر کی پہلی جلد لاکر حضرت کے سامنے رکھ دی تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے کھول کر فرمایا کہ: حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں، پھر حضرت نے پہلے عربی عبارت پڑھی، پھر ترجمہ کیا کہ: ایک جماعت نے عتبیؒ سے یہ مشہور حکایت نقل کی ہے، جس جماعت میں شیخ ابومنصور الصباغ بھی ہیں، یہ واقعہ انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں بیان کیا ہے۔ عتبیؒ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے ''اور اگر بیشک وہ لوگ جب کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آتے، پس وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور ان کے لئے رسول ﷺ بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے''۔ اس لئے میں اپنے گناہوں

کی معافی مانگنے کے لئے آپ کواللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش پیش کرنے آیا ہوں اور یہ شعر پڑھا:

نَفْسِيَ الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ
فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

ترجمہ:۔ ''میری جان اس قبر پر قربان ہو جائے، جس میں آپ آرام فرما ہیں کہ اس میں پاکدامنی ہے اور اس میں سخاوت اور بخشش ہے''۔

اس کے بعد وہ دیہاتی مسلمان چلا گیا۔ عتبیؒ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ لگ گئی تو میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اے عتبی! اس اعرابی کو جا کر بشارت دے دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے دفن کے تین روز بعد ایک دیہاتی نے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر اس آیتِ کریمہ کے حوالہ سے مغفرت طلب کی۔ روایت میں ہے کہ قبر مبارک سے آواز آئی: ''إنه قد غفر لک'' بیشک تیری مغفرت کر دی گئی۔

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کے مطابق جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس عالم دنیا کی حیاتِ ظاہری ختم ہونے کے بعد بھی حاضری دینے والے امتی کو السلام علیکم کے جواب سے نوازتی ہے اور آپ ﷺ اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کا پیغام پہنچانے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ یہ بھی آپ کی حیات جاودانی اور اسی مدینہ منورہ والی قبر میں حیات پر قرآنی دلیل اور واضح ثبوت ہے۔

حدیث کی روشنی میں حیات الانبیاء علیہم السلام:

ارشاد فرمایا کہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں: ''الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون''. ارشاد فرمایا کہ: حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ: اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اور حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: میرا معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا تو وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس حدیث کو روایت کیا ہے امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں۔

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! تمام اکابرین اور ہمارے اساتذہ کرامؒ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداءؒ کی قبر کی حیات ان کی دنیاوی حیات کی مانند ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے، کیونکہ نماز پڑھنا زندہ جسم کا تقاضا کرتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ: ہمارے حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں (حضرت شیخ الحدیثؒ نے مکتوبات شریف کھول کر پہلے خود فارسی عبارت پڑھی، پھر اس کا ترجمہ کیا)

ترجمہ: چھوٹا برزخ (یعنی قبر) جب ایک وجہ سے دنیوی جگہوں میں سے ہے تو یہ ترقی کی گنجائش رکھتا ہے اور مختلف اشخاص کے اعتبار سے اس جگہ کے حالات خاصے متفاوت ہیں۔ آپ نے یہ تو سنا ہی ہوگا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ: مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''**من صلی عليَّ عند قبری سمعته ومن صلی عليَّ نائياً ابلغته**''. کہ جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھا، میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود وسلام پڑھتا ہے، وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ: حضرت ملا علی قاریؒ مرقات میں فرماتے ہیں کہ: ''جس شخص نے مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں خود اس کو سنتا ہوں، یعنی حقیقی طور پر فرشتوں کے توسط کے بغیر خود سنتا ہوں'' ۔اور ہم نے بھی اپنے حاشیہ مشکوٰۃ میں صاف طور پر لکھ دیا ہے ''**سمعته**'' کی شرح میں کہ ''**سمعاً حقيقةً بلاواسطةٍ**'' اور لفظ ''**نائياً**'' کی شرح میں ''**ای بعيداً**''

ارشاد فرمایا کہ: ہم نے اپنے استاد شیخ المشائخ حضرت مولانا قاضی قمر الدین چکڑالویؒ سے سنا تھا کہ ہم نے استاد الکل، شیخ المشائخ، حضرت مولانا احمد علیؒ سے بخاری شریف پڑھتے وقت سنا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ: بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی، بلکہ دوامی حیات آپ ﷺ کو حاصل ہے اور باقی انبیائے کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ: حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے بھی مشکوٰۃ کی شرح ''**أشعة اللمعات**'' میں اس حدیث مبارک کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات سے کنایہ ہے، اس لئے کہ: ''**والمذهب أن الأنبياء أحياء حيوةً حقيقيةً دنياويةً**''. . . . اور صحیح مذہب یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں، حقیقت دنیاوی زندگی کے ساتھ'' ۔

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! جب یہ روایت اپنے بڑے بڑے محدثین عظام اور ائمہ حدیث کے ہاں بالکل صحیح ہے، تو اب اس کو صحیح نہ کہنا دانشمندی نہیں ہے۔

منکرین حیات کا حکم:

ارشاد فرمایا کہ: عزیزو! قرآن وسنت اور اکابر علمائے امت کی تصریحات کی روشنی میں یہ عقیدہ اہلِ سنت والجماعت کا بنیادی عقیدہ ہے اور یہی اہلِ حق کا عقیدہ ہے، پس جو لوگ اس مسئلے کا انکار کرتے ہیں، میں ان کو اہلِ حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ تمام اکابرین کے نزدیک گمراہ ہیں، ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔

ایک مولانا صاحب نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! قصیدہ بردہ کے پڑھنے کی اجازت عنایت فرمائیں۔

ارشاد فرمایا کہ: قصیدہ بردہ کے مصنف کا نام حضرت محمد بن سعید بوصیریؒ ہے، اس نے جناب رسول اللہ ﷺ کی مدح میں بہت سارے قصائد لکھے ہیں، جس وقت انہوں نے یہ قصیدہ لکھا تو اس وقت ان پر فالج کا حملہ ہوا تھا، جس نے ان کے بدن کے نچلے حصے کو بالکل شل کر دیا تھا اور یہ سخت معذور اور لاچار ہو گئے تھے، جب انہوں نے یہ قصیدہ لکھا تو اپنے متعلقین سے فرمایا کہ مجھے مدینہ منورہ لے چلو، متعلقین نے آپ کو چارپائی پر ڈالا اور مدینہ منورہ لے چلے، جب مدینہ منورہ پہنچے، اپنے دوستوں سے فرمایا کہ مجھے روضۂ اقدس کے سامنے اپنے محبوب ﷺ کے قدموں میں زمین پر لٹا دو اور آپ سب چلے جاؤ، انہوں نے آپ کو زمین پر لٹا دیا اور خود دور جا کر بیٹھ گئے، تو آپ نے نہایت ادب واحترام کے ساتھ قصیدہ زبانی سنانا شروع کیا، آپ اس شعر پر پہنچے کہ: ''فمبلغ العلم فيه أنه بشر'' تو دوسرا بیت آپ بھول گئے تو روضۂ مبارک سے آواز آئی۔ ''وأنه خير خلق الله كلهم''۔

اتنے میں جب آپ نے قصیدہ سنایا تو آپ پر نیم خوابی کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ نے دیکھا کہ سردارِ دو عالم ﷺ تشریف لائے اور آپ کے بدن پر ایک چادر ڈال دی، جب آپ نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہی چادر آپ کے بدن پر پڑی تھی اور آپ کا بدن بالکل صحیح تھا اور آپ بالکل تندرست تھے۔ جب آپ کے متعلقین نے آپ کو بالکل تندرست پایا تو حیران ہو گئے، پھر آپ اپنے وطن آ گئے اور صبح کو جب گھر سے نکلے تو ایک مجذوب قسم کے بزرگ نے آپ سے کہا کہ میں آپ سے اس قصیدہ کو سننا چاہتا ہوں، جو آپ نے سرورِ کائنات ﷺ کی مدح وتعریف میں لکھا ہے، تو آپ نے اس سے کہا کہ میں نے تو بہت سے قصائد لکھے ہیں، آپ کون سے قصیدہ کے متعلق فرماتے ہیں؟ اس پر اس بزرگ نے فرمایا کہ وہ قصیدہ جس کا ابتدائی شعر یہ ہے:

امن تذكر جيران بذى سلم

آپ کو یہ بات سن کر بہت تعجب ہوا، اس لئے کہ آپ نے ابھی تک کسی کو یہ قصیدہ نہیں سنایا تھا تو آپ نے اس بزرگ سے فرمایا کہ اس قصیدہ کا علم آپ کو کس طرح ہوا؟ تو اس بزرگ نے کہا کہ جب آپ قصیدہ کو سرکارِ دو عالم ﷺ کے دربار میں پڑھ رہے تھے تو میں موجود تھا، اس وقت میں نے سنا اور میں نے دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ سرسبز ٹہنی کی طرح جھوم رہے تھے۔

ارشاد فرمایا کہ: ان جیسے واقعات پر تعجب نہیں کرنا چاہئے یہ اور قسم کی باتیں ہیں، یہ ان خشک مزاج قسم کے مولویوں کی سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ پھر اس مولوی صاحب اور مجلس میں موجود تمام علمائے کرام کو قصیدہ بردہ کی اجازت عنایت فرمائی۔ (بندہ اپنے بیٹے نورِ چشمی مفتی محمد قاسم سلمہ کو اس قصیدہ کی عام اجازت دیتا ہے) پھر حضرت شیخ الحدیثؒ نے دعا فرمائی اور مجلس ختم کی اور فرمایا کہ تہجد کے لئے وضو بنالو۔

والدین کی نافرمانی آخر کیوں؟

جناب عطاء اللہ علوی

مولانا رومیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب مثنوی میں نقل کیا ہے کہ:

''دنیا میں ایک انسان کے لئے مال ودولت اتنا ہی ضروری ہے جتنا کشتی کے لئے پانی، جس طرح کشتی پانی کے بغیر نہیں چل سکتی، اسی طرح انسانی زندگی مال ودولت کے بغیر نہیں گزر سکتی''۔

آگے لکھتے ہیں:

''کشتی پانی پر اس وقت تک ہی چل سکتی ہے جب پانی کشتی کے نیچے اور کشتی پانی کے اوپر ہو، لیکن اگر پانی کشتی کے اندر آجائے تو ڈبو دیتا ہے، بالکل اسی طرح جب دنیا کی محبت قلبِ انسانی کے اندر آجاتی ہے تو اسے لے ڈوبتی ہے''۔

وہ دنیا کی محبت میں اندھا ہوکر حدودِ آدمیت سے تجاوز کر جاتا ہے، جرائم کا ارتکاب اس کی طبیعتِ ثانیہ بن جاتا ہے، وہ مال کے حصول کے لئے رشوت، کرپشن جیسے قبیح افعال کو معیوب تصور نہیں کرتا، اقدار کی پائمالی، یتیموں اور بے سہارا افراد کے جذبات سے کھیلنا اس کا معمول بن جاتا ہے، اس میں اخوت و بھائی چارگی کے سارے جذبات ماند پڑ جاتے ہیں۔

مالِ ودولت کے حصول کے لئے بعض اوقات والدین سے نفرت کی موجیں ٹھاٹھیں مارنے لگتی ہیں، ان کے حکم کی بجا آوری کی جگہ ان کی توہین معمول بن جاتی ہے، حتی کہ دولت کا یہ پجاری ایک نا ایک دن والدین کی زندگی کے چراغ کو اپنے ہاتھوں گل کرنے پر تل جاتا ہے، پھر ایک دن آتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ ان مقدس ہستیوں کے خون سے رنگین کر بیٹھتا ہے، اس طرح اس کی زندگی کے لہلہاتے گلستان کی بہاریں اپنے ہاتھوں اجڑنے لگتی ہیں اور وہ بے رحم مالی کی طرح اپنی خوشیوں کا اپنے ہاتھوں خون کر بیٹھتا ہے اور تاریخ کے دھارے پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اہل دنیا کے سامنے ذلت ورسوائی کے

انجام سے دوچار ہوجاتا ہے۔

ہمارے پیغمبر ﷺ نے ارشادفرمایا:

''دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے''

اس کی وجہ سے آدمی ہرطرح کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ دنیا طلبی میں رشوت، کرپشن، ڈاکہ زنی، لوٹ کھسوٹ، قتل وغارت گری، ظلم وستم، جبر وتشدد، ستم گری اور چیرہ دستی جیسے قبیح افعال منظر عام پر آتے ہیں، اسی کی وجہ سے بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہوجاتا ہے، اولاد والدین کی دشمن بن کر اس کی جان لے لیتی ہے۔

ملک پاکستان میں بھی ایسے بے شمار بدنصیب والدین ہیں جو اپنی اولاد کے ہاتھوں زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں اور اولاد دنیا کی محبت میں آکر انہیں اگر چہ راہ سے ہٹا کر اپنے مقاصد حاصل تو کر لیتی ہے، مگر حقیقت میں وہ اپنے لئے جہنم کا ٹکٹ خرید بیٹھتی ہے۔

اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ والدین کا حکم ماننا، ان کی خدمت کرنا، ان کی جائز ضروریات کو پورا کرنا جنت میں داخلے کا سبب، جبکہ ان کی نافرمانی، حکم عدولی، ان سے بے رخی جہنم میں ڈالے جانے کا سبب ہے۔

اسی طرح کا مضمون متعدد روایات میں وارد ہے، جن میں آپ ﷺ نے والدین کو جنت یا جہنم قرار دیا، بلکہ شارع علیہ السلام نے حضرت ابن عباسؓ کے سوال کے جواب میں والدین کی خدمت کو وقت پر نماز پڑھنے کے بعد دوسرا بڑا افضل عمل قرار دیا اور آپ ﷺ نے تو بروایتِ ابی ہریرہؓ جہاد میں جانے کا شوق رکھنے والے صحابیؓ کے لئے والدین کی خدمت کرنے ہی کو جہاد قرار دیا۔

والدین کی نافرمانی بڑے گناہوں میں سے ایک اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری بڑی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔

قرآن وحدیث میں جابجا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کریں۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

''تم میں سے جو شخص یہ لمبی زندگی چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ وہ اپنے والدین کی خدمت کرے''۔

آدمی پر سب سے زیادہ حق اس کے والدین کا ہے، اور ان میں بھی زیادہ حق ماں کا ہے، جس نے اس کے لئے ہرطرح کی مشقت برداشت کی، اس کی راحت کے لئے اپنی نیند کو قربان کیا، والدین اپنی اولاد کے لئے ہرطرح کی قربانی دینے کو تیار رہتے ہیں۔

لیکن قیامت کی طرف بڑھنے والی یہ نسل آج والدین کے ادب واحترام کے لئے تیار نہیں، ان کے دست و بازو بننے کو تیار نہیں، ان کے سایۂ عاطفت میں زندگی کے ایام کاٹنے کو تیار نہیں، ان کی معیت میں زندگی کا کوئی لمحہ گزارنے کو تیار نہیں، آخر کیوں؟ بحیثیت مسلمان ہم جس طرح اور مختلف جرائم کا سہرا کافرانہ نظام کے سر مڑھ کر اپنی جان بچا لیتے ہیں، اس طرح یہاں بھی یوں کہا جا سکتا ہے کہ ایسے لوگ جو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک نہیں کرتے، وہ کسی لادین نظام کے علمبردار ہیں، اسلام کے دشمنوں کی نقالی کرتے ہیں، اسلامی نظام سے انحراف کر رہے ہیں۔

لیکن یہ جواب ناکافی اس لئے ہے کہ میری معلومات کے مطابق دنیا کا کوئی مذہب والدین کی نفرت، قطع تعلقی اور بدسلوکی کا درس نہیں دیتا، ان کو یہ سبق کسی مذہب ومسلک نے نہیں سکھا رکھا کہ وہ والدین کے خون سے ہاتھ رنگین کرتے ہوئے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنا ڈالیں۔ دنیا کی کوئی متعصب، ہٹ دھرم جماعت بھی ایسے اقدامات کا حکم نہیں دے سکتی۔

تاہم بعض کافرانہ شخصی آزادی کے اصول وضوابط ان جرائم کا سبب قرار دیئے جا سکتے ہیں جن کے تحت والدین کو وہ حیثیت نہیں دی جاتی جو گرل فرینڈ کو دی جاتی ہے، تاہم ان اصول ضوابط میں بھی والدین کے قتل جیسے گھناؤنے جرم کی ترغیب کہیں بھی نظر نہیں آتی۔

ہاں! اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت ہے، جسے میرے نبی ﷺ نے یوں بیان کیا کہ:

> ''ایک زمانہ آئے گا اس میں لوگ اپنی بیویوں کے فرمانبردار ہوں گے اور والدین کے نافرمان ہوں گے''۔

ہمارا معاشرہ چونکہ قیامت کی جانب سرک رہا ہے، اس لئے ایسے واقعات آئے روز کیمرے کی آنکھ میں آ رہے ہیں۔ بہرحال مسلم معاشرے کی بقاء والدین کی اطاعت میں ہے، مسلم اولاد پر لازم ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کریں اور دنیا کی رنگینی سے مرعوب ہو کر اپنے لہلہاتے چمن کو اپنے ہاتھوں سے نہ اکھاڑیں۔

☆☆....☆☆

مقیم مکہ کے لئے منیٰ میں قصر نماز

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی مدظلہ
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم، کہروڑ پکا

سوال:

حج کے دوران اہلِ مکہ منیٰ میں جاکر نماز ظہر، عصر اور عشاء میں قصر کریں گے یا پوری نماز پڑھیں گے؟

جواب:

اہل مکہ منیٰ میں قصر نہیں کریں گے، بلکہ اتمام کریں گے، یعنی پوری چار رکعت پڑھیں گے۔ یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ اور آثار صحابہؓ وتابعینؒ سے ثابت ہے، ذیل میں وہ احادیث وآثار ملاحظہ کیجئے۔

حدیث نمبر۱:

"عن أبی نضرةؒ قال: سأل شاب عمران بن حصینؓ عن صلاة رسول الله ﷺ فی السفر فقال: إنَّ هذا الفتی سألنی عن صلاة رسول الله ﷺ فی السفر، فاحفظوهن عنی، ما سافرت مع رسول الله ﷺ سفرا قط إلا صلی رکعتین، حتی یرجع وشهدت معه حُنیناً والطائف، فکان یصلی رکعتین، ثم حججت معه واعتمرت فصلی رکعتین، ثم قال: یا أهل مکة! أتموا الصلاة، فإنا قوم سفر، ثم حججت مع أبی بکرؓ واعتمرت، فصلی رکعتین، ثم قال: یا أهل مکة! أتموا الصلاة فإنا قوم سفر، ثم حججت مع عمرؓ واعتمرت فصلی رکعتین، ثم قال: یا أهل مکة! أتموا الصلاة، فإنا قوم سفر". (مسند طیالسی، ج:۲، ص:۱۸۹. السنن الکبریٰ للبیهقی

ج:۳،ص:۱۳۵ ۔المأثور للشافعیؒ ج:۱،ص:۱۲)

ترجمہ:۔''ابونضرہؒ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان نے حضرت عمران بن حصینؓ سے رسول اللہ ﷺ کی سفری نماز کے متعلق سوال کیا۔حضرت عمران بن حصینؓ نے کہا: اس نوجوان نے مجھ سے رسول اللہ ﷺ کی سفری نماز کے متعلق سوال کیا ہے، میری طرف سے جو اس کا جواب ہے، اس کو محفوظ کرلو۔ میں نے جب بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا ہے تو آپ ﷺ سفر سے واپس آنے تک دو رکعتیں پڑھتے تھے، میں حنین اور طائف میں آپ ﷺ کے ساتھ حاضر تھا، آپ ﷺ دو رکعتیں پڑھتے تھے، پھر میں نے آپ ﷺ کے ساتھ حج وعمرہ کیا، آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھ کر اعلان کیا: اے اہل مکہ! ہم لوگ مسافر ہیں، تم اپنی نماز پوری کرلو۔ پھر میں نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حج وعمرہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی دو رکعتیں پڑھ کر اعلان کیا: اے اہل مکہ! ہم لوگ مسافر ہیں، تم اپنی نماز پوری کرلو۔ پھر میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ حج وعمرہ کیا، حضرت عمرؓ نے بھی دو رکعتیں پڑھ کر اعلان کیا: اے اہل مکہ! ہم لوگ مسافر ہیں، تم اپنی نماز پوری کرلو''۔

جب رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں دو رکعتیں پڑھا کر اہل مکہ کو حکم دیا کہ ہم لوگ مسافر ہیں، تم اپنی نماز پوری کرلو، پھر آپ ﷺ کے بعد دو خلفاء راشدینؓ نے بھی اپنی اپنی خلافت میں حج کے موقع پر یہی حکم دیا، تو اس واضح اعلان کے بعد اہل مکہ کے لئے اتمام والا حکم متعین ہوگیا اور ان کے حق میں نماز کا اتمام اصل حکم قرار پایا، لہذا منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں اتمام کے لئے یہی پہلا حکم کافی ہے۔ ہر مقام میں اہل مکہ کے اتمامِ نماز کے لئے نئے اعلان اور نئے حکم کی ضرورت نہیں۔ ہاں البتہ! اگر منیٰ میں آنے کے بعد اہلِ مکہ کا حکم بدل جاتا ہے، یعنی اب وہ پہلے اعلان اور پہلے حکم کے مطابق نماز میں اتمام نہیں کریں گے، بلکہ اتمام کو ترک کرکے اس کی جگہ نماز میں قصر کریں گے، تو پہلے حکم کے ترک اور اس کے متبادل قصر والے حکم پر عمل کرنے کے لئے اتمام والے صریح حکم کی طرح قصر کا صریح حکم ہونا چاہئے کہ اے اہل مکہ! تم منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں قصر کرو۔ اس کے بغیر منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں اہل مکہ کے لئے اتمام والے واضح اور صریح حکم کو چھوڑ کر قصر نماز پڑھنے کا کوئی جواز نہیں، یا کم از کم یہ ثابت کیا جائے کہ حجۃ الوداع میں یا خلافت صدیقی میں یا خلافت فاروقی میں اہل مکہ اتمام والے حکم کے باوجود منیٰ میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیتے تھے اور اتمام نہیں کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدینؓ پتہ چل جانے کے باوجود ان کو قصر کرنے سے منع نہیں کرتے تھے، بلکہ اس پر خاموش رہتے، لیکن کسی حدیث میں بھی اہل مکہ کے لئے منیٰ میں قصر کرنے کا نہ صریح حکم ہے اور نہ ہی اہلِ مکہ کے دو رکعت پر سلام پھیرنے

اور اتمام نہ کرنے پر آگاہ ہوجانے کے باوجود رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدینؓ کے سکوت کرنے اور خاموش رہنے کا کوئی ثبوت ہے، ایسی صورت میں اہل مکہ کے لئے منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں اسی پہلے حکم پر عمل کرنا ہی ضروری ہے۔

تائید:۱

الامام، المحدث، سنن ابی داؤد کے شارح ابوسلیمان احمد بن محمد الخطابی (م ۳۸۸ھ) منیٰ میں اہلِ مکہ کے لئے قصر ہے یا اتمام؟ اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ولعلّه لو سأل رسول الله ﷺ عن صلوته لأمره بالإتمام وقد يترك رسول الله ﷺ بيان بعض الأمور في بعض المواطن اقتصاراً على ما تقدم من البيان السابق خصوصاً في مثل هذا الأمر الذى هو من العلم الظاهر العام وكان عمر بن الخطابؓ يصلى بهم ، فيقصر فإذا سلم التفت ، فقال أتموا يا أهل مكة! فإنا قوم سفر'' (معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، ج:۲،ص:۴۱۴)

یعنی جب رسول اللہ ﷺ کسی مسئلہ کے بارے میں پہلے وضاحت فرما ہوچکے ہوتے تو بعض مواقع میں آپ اس مسئلہ کے متعلق اپنے اسی پہلے بیان پر اکتفاء کرتے اور نئے سرے سے وضاحت نہ فرماتے، خصوصاً ایسا عام مسئلہ جس کو عام مسلمان بھی جانتے ہوں (تو اس کے لئے دوبارہ وضاحت کی ضرورت ہی کیا ہے؟) اور شاید اگر آپ ﷺ سے کوئی پوچھ لیتا تو آپ اس کو اتمام کا حکم دے بھی دیتے اور حضرت عمرؓ (منیٰ میں) لوگوں کو نماز پڑھاتے تو سلام کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوکر فرماتے: اے اہل مکہ! ہم لوگ مسافر ہیں، تم اپنی نماز پوری کرلو۔ (ہم اس اثر کو آگے جاکر پوری سند کے ساتھ نقل کریں گے۔ انشاءاللہ)

تائید:۲

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کہتے ہیں:

''إن الترمذیؒ روى من حديث عمران بن حصينؓ أنه كان يصلى بمكة ركعتين ويقول: يا أهل مكة ! أتموا، فإناقوم سفر وكأنه ترك إعلامهم بذالك استغناءً بما تقدم بمكة''. (فتح الباری، ج:۲،ص:۱۷۷)

ترجمہ:۔''امام ترمذیؒ نے عمران بن حصینؓ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں دو رکعتیں نماز پڑھا کر فرماتے: اے اہل مکہ! ہم لوگ مسافر ہیں، تم اپنی نماز پوری کرلو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں اہلِ مکہ کے لئے اتمام کا اعلان کردیا تھا، اس لئے منیٰ میں اس اعلان کی ضرورت محسوس نہ کی۔

(نوٹ: ترمذی کے موجودہ پاکستانی نسخوں میں اعلان والا حصہ نہیں ہے، ممکن ہے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے نسخہ میں یہ زیادتی موجود ہو، تبھی انہوں نے فتح الباری میں اس کو نقل کیا ہے)

تائید:۳

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

''ویمکن أن یتمسک بعموم لفظ روایة الطیالسی ومن طریقه البیهقیؒ من حدیث عمران بن حصینؓ ففیه ، ثم حججت معه واعتمرت فصلی رکعتین ، فقال: یا أهل مکة ! أتموا الصلوة ، فإنا قوم سفر''.

(التلخیص الحبیر، ج:۲، ص:۵۴۵)

خلاصہ یہ ہے کہ مسند طیالسی اور سنن بیہقی کی حدیث میں ہے، حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ میں حج وعمرہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھا کر فرمایا: اے اہل مکہ! ہم مسافر ہیں، تم نماز پوری کرلو۔ آپ ﷺ نے عام الفاظ کے ساتھ اعلان فرمایا ہے، مناسک حج میں سے کسی ایک جگہ کے ساتھ اس حکم کو مختص نہیں کیا، تو عین ممکن ہے کہ آپ ﷺ کا یہ اعلان مکہ، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ سب مناسک حج کے لئے ہو، لہذا ان سب مقامات میں اہل مکہ اس اعلان کے بموجب پوری نماز پڑھیں گے اور ہر مقام میں نئے اعلان کی ضرورت نہیں۔

تائید:۴

عرب کے نامور محقق علامہ شنقیطی لکھتے ہیں:

''وأما أهل مکة فأصح الأقوال أنهم لایقصرون؛ لأن النبی ﷺ أمر أهل مکة بقوله أتموا الصلوة فإنا قوم سفر وسکت فی المشاعر عن أمرهم بالإتمام لسبق التنبیه لهم علی ذلک''. (شرح زاد المستقنع للشنقیطی، ج:۱۶،ص:۳۹، ج:۵۷،ص:۲۰)

ترجمہ:۔''بہرکیف! اہل مکہ کے بارے میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ وہ (منیٰ اور عرفات میں) قصر نہ کریں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ کو حکم دیا کہ ہم لوگ مسافر ہیں، تم اپنی نماز پوری کرلو۔ لیکن دوسرے مقامات حج (منیٰ، عرفات اور مزدلفہ) میں اتمام کے حکم سے اس لئے سکوت کیا اور خاموشی فرمائی کہ آپ اہل مکہ کو پہلے اس پر متنبہ کرچکے تھے۔

حدیث۴:

''عن أبی نضرةؒ ان عمران بن حصینؓ قال: ما سافر رسول الله ﷺ سفرا

إلا صلى ركعتين، حتى يرجع ويقول: يا أهل مكة! قوموا فصلوا ركعتين، فانا سفر". (السنن الکبریٰ للبیہقی ج:۳،ص:۱۵۳)

ترجمہ:۔''ابونضرہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمران بن حصینؓ نے کہا کہ آپ ﷺ نے جب بھی (مکہ کی جانب) سفر کیا، اس میں واپس آنے تک آپ ﷺ صرف دو رکعتیں پڑھاتے اور یہ اعلان کرتے ،اے اہل مکہ! ہم مسافر ہیں، تم اپنی نماز پوری کرلو'۔

اس حدیث میں ''سفرا'' نکرہ تحت نفی ہے جو اپنے عموم کی وجہ سے سفرِ حج اور دیگر تمام اسفار مکہ کو شامل ہے، پس اس میں حجۃ الوداع کے سفر میں بھی یقیناً یہ اعلان کیا ہوگا اور یہی اعلان منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں اتمام کرنے کے لئے کافی ہے اور اگر اس اعلان کے بعد منیٰ میں اہل مکہ کے لئے نماز میں قصر کرنے کا نیا حکم ہے اور اس قصر والے نئے حکم کے لئے منیٰ میں نئے اعلان کی کوئی صریح حدیث پیش کی جائے یا پھر یہ ثابت کیا جائے کہ منیٰ میں اہل مکہ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدینؓ اہل مکہ کے اس فعل کو جاننے کے باوجود خاموش رہتے تھے، لیکن یہ دونوں باتیں ضعیف سے ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں کی جاسکتیں۔ جب منیٰ میں اہل مکہ کے لئے قصر کا حکم ثابت نہیں ہوسکتا تو اہل مکہ اتمام والے پہلے حکم کے مطابق تمام مقاماتِ حج میں نماز پوری پڑھیں گے۔

فائدہ:

حضرت عمران بن حصینؓ کی مذکورہ بالا حدیث کی سند میں علی بن زید بن جدعان راوی ہے، جس کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے، لیکن محدثین حضرات کے قواعد کا لحاظ کیا جائے تو یہ حدیث ضعیف نہیں، بلکہ حدیثِ حسن ہے، بلکہ صحیح اور متواتر ہے۔ محدثین عظام کے وہ اصول وقواعد ملاحظہ کیجئے اور ان کی روشنی میں اس حدیث کا درجہ متعین کیجئے۔

اصل اول:

جس حدیث کی صحت وضعف میں محدثین کا اختلاف ہو، بعض اس حدیث کو صحیح کہتے ہوں اور بعض ضعیف، تو وہ حدیث حسن ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی راوی کے ثقہ وضعیف ہونے میں محدثین کا اختلاف ہو، بعض محدثین اس کو ثقہ قرار دیں اور بعض ضعیف تو وہ راوی حسن الحدیث ہوتا ہے، یعنی اس کی روایت کردہ حدیث محدثین کے نزدیک حدیث حسن کے حکم میں شمار ہوتی ہے، چنانچہ عظیم محدث الامام الحافظ عبدالعظیم المنذریؒ لکھتے ہیں:

''اذا كان رواة إسناد الحديث ثقاةً وفيهم من اختلف فيه إسناده حسن''.

(مقدمۃ الترغیب والترہیب، ج:۱،ص:۳۷)

ترجمہ:......''جب حدیث کے راوی ثقہ ہوں، لیکن ان میں ایسا راوی بھی ہو جو محدثین کے درمیان مختلف فیہ ہے، تو اس حدیث کی سند حسن ہوتی ہے''۔

پھر امام منذریؒ نے کتاب میں حروف تہجی کے اعتبار سے مختلف راویوں کے نام اور ان کے بارے محدثین کے جرح اور تعدیل کے اقوال نقل کئے ہیں۔ محمد بن اسحاقؒ کے بارے دونوں طرح کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: '' **فهو ممن اختلف فيه وهو حسن الحديث** ''۔ خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن اسحاقؒ کے ثقہ اور ضعیف ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے، اس لئے وہ حسن الحدیث ہے''۔

اسی طرح تہذیب التہذیب، ج:۵، ص:۲۶۰ میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ عبد اللہ بن صالح کاتب اللیثؒ کے متعلق لکھتے ہیں: ''**قال ابن القطان هو صدوق ولم يثبت عليه ما يسقط له حديثه إلا أنه مختلف فيه ، فحديثه حسن**''. ......''یحی بن سعید قطانؒ نے فرمایا کہ عبد اللہ بن صالح صدوق ہے اور ان پر کوئی ایسی چیز ثابت نہیں جو ان کی حدیث کو ساقط کردے، لیکن یہ مختلف فیہ راوی ہے، اس لئے ان کی حدیث حسن ہے''۔

علی بن زید بن جدعان کو بھی انہوں نے الترغیب کے ج:۴، ص:۵۷۵ پر مختلف فیہ رواۃ کی فہرست میں لکھا ہے، لہذا علی بن زید بن جدعان ضعیف محض نہیں، بلکہ متکلم فیہ اور مختلف فیہ راوی ہے، ان کی ثقاہت کے متعلق محدثین کے چند اقوال ملاحظہ کیجئے:

۱......ابو سلمہ موسیٰ بن اسماعیل کہتے ہیں: میں نے حماد بن سلمہ کو کہا کہ وہیب کا خیال ہے کہ علی بن زید حدیث کا حافظ نہیں ہے۔ حماد نے جواب دیا کہ وہیب کو تو علی بن زید کی مجلس میں جانے کی ہمت ہی نہیں، وہ یہ بات کیسے کہتا ہے؟ علی بن زید کی مجلس میں تو بڑے بڑے اشراف لوگ آتے ہیں۔ (الجرح والتعدیل، ج:۶، ص:۱۸۶۔ میزان الاعتدال، ج:۳، ص:۱۲۷۔ تہذیب الکمال، ج:۲۰، ص:۴۴۱)

۲......''**وكان عبد الرحمن بن مهدى يحدث عن الثورى وابن عيينة وحماد بن سلمة وحماد بن زيد عنه (ايضاً)**''.

ترجمہ۔''عبد الرحمٰن بن مہدی علی بن زید سے بواسطہ سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، حماد بن سلمہ، حماد بن زید احادیث بیان کرتے تھے''۔

۳......امام ذہبیؒ علی بن زید کے بارے میں لکھتے ہیں: ''**الامام العالم الكبير ......وكان من أوعية العلم**'' ......''علی بن زید بڑے عالم اور امام ہیں اور علم حدیث کے حفاظ میں سے ہیں''۔ (سیر اعلام النبلاء، ج:۵، ص:۲۰۶) ''**احد علماء التابعين**'' . ''علماء تابعین میں ایک ہیں'' (میزان الاعتدال، ج:۳، ص:۱۲۷) ''**الحافظ**، یعنی حافظ الحدیث ہیں'' (لسان المیزان لابن الحجر، ج:۷، ص:۳۱۱)

۴......منصور بن زاذان کہتے ہیں: ''**لما مات الحسن البصرى قلنا لعلى بن زيد اجلس**

مجلسه'' (سیر اعلام النبلاء ج: ۵،ص: ۲۰۷۔ میزان الاعتدال، ج:۳،ص: ۱۲۷۔ تہذیب الکمال ج: ۲۰ص: ۴۴۳)...... ''جب حسن بصریؒ کی وفات ہوگئی تو ہم نے علی بن زید سے گذارش کی کہ آپ ان کے جانشین بن جائیں''۔

۵......''عن یحی قال: هو أحب إلي من ابن عقيل ومن عاصم بن عبيد الله''. (میزان الاعتدال، ج:۳،ص: ۱۲۸)۔...... ''یحی کہتے ہیں کہ وہ میرے نزدیک ابن عقیل اور عاصم بن عبید اللہ سے زیادہ پسندیدہ ہے''۔

۶......ابوحاتمؒ فرماتے ہیں: ''يكتب حديثه هو أحب إلي من يزيد بن أبي زياد'' (ایضا)۔ ''اس کی حدیث لکھی جائے گی اور وہ میرے نزدیک یزید بن ابی زیاد سے زیادہ پسندیدہ ہے''۔

۷......''وقال يعقوب بن شيبة: ثقة صالح الحديث''. (تہذیب التہذیب، ج:۷،ص: ۲۸۳)...''یعقوب بن شیبہ نے کہا علی بن زید ثقہ ہیں اور علم حدیث میں بھی مقبول اور ٹھیک ہیں''۔

۸......ابراہیم بن عبد اللہ بن جنید کہتے ہیں: میرے سامنے ایک آدمی نے یحی بن معین کو کہا: علی بن زید کا حافظہ متغیر ہوگیا تھا۔''قال: ما اختلط علي بن زيد قط ثم قال يحي: حماد بن سلمه أروى عن علي بن زيد''۔ (تہذیب الکمال، ج: ۲۰،ص: ۴۴۰)...... ''یحی بن معین نے کہا: علی بن زید کا حافظہ ہرگز متغیر نہیں ہوا، پھر یحی بن معین نے کہا علی بن زید سے حماد بن سلمہ سب سے زیادہ احادیث نقل کرتے ہیں''۔ (مطلب یہ ہے کہ اگر وہ متغیر الحافظہ ہوتے تو حماد بن سلمہ جیسے عظیم محدث ان سے اس قدر حدیثیں نقل نہ کرتے)

۹......''قال الترمذي صدوق''۔ (سیر اعلام النبلاء، ج: ۵،ص: ۲۰۶، میزان الاعتدال، ج:۳،ص: ۱۲۹۔ تہذیب الکمال، ج:۲،ص:۴۳۹۔ تہذیب التہذیب ،ج:۷،ص: ۲۸۳)
ترجمہ:...... ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں: علی بن زید صدوق ہے''۔

سنن ترمذی میں علی بن زید کی چند حدیثوں کا مرتبہ ملاحظہ کیجئے:

۱	سنن ترمذی ج:۱،ص: ۳۰	باب ماجاء إذا التقى الختانان	حديث حسن صحيح
۲	......ج:۱،ص: ۱۲۳	باب ماجاء في التقصير في السفر	حديث صحيح
۳	......ج:۱،ص: ۲۱۷	باب ماجاء يحرم من الرضاع	حديث حسن صحيح
۴	......ج:۲،ص: ۵۹	باب ماجاء في طول العمر للمؤمن	حديث حسن صحيح
۵	......ج:۲،ص: ۹۶	باب الأخذ بالسنة واجتناب البدعة	حديث حسن غريب

۶	……ج:۲،ص:۹۹	باب ماجاء في التسليم إذا دخل بيته	حديث حسن صحيح غريب
۷	……ج:۲،ص:۱۲۸	(التفسير) من سورة البقرة	حديث حسن غريب
۸	……ج:۲،ص:۱۴۳	من سورة يونس	حديث حسن
۹	……ج:۲،ص:۲۲۸	فضل الأنصار وقريش	حديث حسن صحيح
۱۰	……ج:۱،ص:۱۳۰	باب ماذكر في الالتفات في الصلاة	حديث حسن غريب
۱۱	……ج:۱،ص:۱۵۹	باب ماجاء في فضل الصوم	حديث حسن غريب
۱۲	……ج:۲،ص:۴۱	باب ماجاء في رفع الامانة	حديث حسن صحيح
۱۳	……ج:۲،ص:۵۰	باب ماجاء في ذكر ابن صياد	حديث حسن غريب
۱۴	……ج:۲،ص:۵۱	باب ماجاء في النهي عن سب الرياح	حديث حسن غريب
۱۵	……ج:۲،ص:۱۴۶	من سورة بني إسرائيل	حديث حسن
۱۶	……ج:۲،ص:۱۴۷	………………	حديث حسن
۱۷	……ج:۲،ص:۱۵۴	من سورة النمل	حديث حسن
۱۸	……ج:۲،ص:۱۵۶	من سورة الأحزاب	حديث حسن غريب
۱۹	……ج:۲،ص:۱۸۴	باب ما يقول إذا أكل طعاما	حديث حسن

اصل دوم:

جب کوئی محدث اپنے اوپر ثقہ حضرات سے روایت کرنے کا التزام کرلے تو اس کا کسی راوی سے روایت کرنا اس راوی کی توثیق ہوتی ہے، جیسا کہ جن محدثین نے اپنی کتب حدیث میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ وہ ان کتب میں وہی حدیث درج کریں گے جو صحیح ہوگی، تو ان کتب میں کسی حدیث کا موجود ہونا اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل سمجھی جاتی ہے، اسی طرح جن محدثین نے ثقہ رواۃ سے حدیث بیان کرنے کا التزام کیا تو ان کا کسی راوی سے حدیث نقل کرنا اس راوی کی توثیق سمجھی جائے گی، اس اصل کے مطابق علی بن زید کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے ان سے روایت کرنے والے محدثین اور ائمہ حدیث کے چند نام ملاحظہ کیجئے:

۱……امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہؒ، ۲……سفیان بن عیینہؒ، ۳……سفیان ثوریؒ، ۴……حماد بن سلمہؒ، ۵……عبد الوارثؒ، ۶……حماد بن زیدؒ، ۷……اسماعیل بن علیہؒ، ۸……شریکؒ، ۹……قتادۃؒ، ۱۰……زائدہؒ، ۱۱……زہیر بن مرزوقؒ، ۱۲……سفیان بن حسینؒ، ۱۳……ہمام بن یحییٰؒ، ۱۴……مبارک بن

فضالہؒ، ۱۵......ابن عونؒ، ۱۶......عبد بن سعیدؒ، ۱۷......جعفر بن سلیمانؒ، ۱۸......ہشیمؒ، ۱۹......معتمر بن سلیمانؒ۔ (سیر اعلام النبلاء، ج:۵،ص:۲۰۷۔تہذیب التہذیب، ج:۷،ص:۲۸۳) ان ائمہ حدیث میں سے حضرت شعبہؒ اور حضرت سفیان بن عیینہؒ کا التزام ہے کہ وہ صرف اور صرف ثقات سے روایت نقل کرتے ہیں۔ (مقدمۃ اعلاء السنن،ص:۱۳۲،۱۳۳) پس ان کا علی بن زید سے روایت کرنا ان کی طرف سے علی بن زید کی توثیق ہے۔

اصل سوم:

اگر کسی ضعیف السند حدیث کی اثرِ صحابیؓ سے توثیق ہوجائے تو وہ حدیث درجۂ حسن میں شمار ہوتی ہے، حضرت عمران بن حصینؓ کی زیر بحث حدیث کی حضرت عمرؓ کے اثر سے تائید ہوتی ہے، لہذا یہ حدیث کم از کم درجۂ حسن میں ضرور ہے۔ اعلاء السنن ج:۱۰،ص:۱۴۱ میں ہے: **"والمرفوع الضعیف إذا تَأیَّدَ بقول صحابیؓ بسند صحیح تقویٰ"**۔ترجمہ:......"اور مرفوع ضعیف حدیث کی جب صحابیؓ کے صحیح السند قول کے ساتھ تائید ہوجائے، تو وہ حدیث قوی ہوجاتی ہے"۔

ابوطلحہ عثمان، ایم اے عربی، ایم اے علوم اسلامیہ، جھنگ

اصل چہارم:

جو حدیث سنداً ضعیف ہو، لیکن وہ محدثین اور مجتہدین کے ہاں قولاً یا عملاً مقبول ہو تو وہ حدیث صحیح شمار ہوتی ہے اور اگر اس حدیث پر اجماع عملی ہو، یعنی سب صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور سب محدثینؒ و مجتہدینؒ کا اس پر عمل ہو تو ایسی حدیث صحیح اور متواتر بن جاتی ہے اور عملی اجماع اور عملی تواتر جیسی مضبوط دلیل کے بعد وہ حدیث اپنے ثبوت میں سند جیسی کمزور دلیل کی اور رواۃِ سند کی تحقیق کی محتاج نہیں رہتی، یہی وجہ ہے کہ ہدایہ، بدائع الصنائع وغیرہ کتبِ فقہ میں جو احادیث نقل کی گئی ہیں، وہ چونکہ عملاً متواتر ہیں، اس لئے ان فقہاء کرامؒ نے ان حدیثوں کے ساتھ سند تحریر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں: **"کل حدیث أجمع السلف علی قبوله......فلاحاجة عن البحث من عدالة رواته"** (عقد الجید،ص:۵۲)......"ہر وہ حدیث جس کی قبولیت پر سلف کا اجماع ہو تو اس حدیث کے راویوں کی عدالت جانچنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔

علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں: **"إذا تلقت الأمة الضعیف بالقبول یعمل به الصحیح حتی أنه ینزل منزلة التواتر"** (فتح المغیث،ص:۱۲۰)......"جب ضعیف حدیث کو امت میں شرفِ قبولیت حاصل ہوجائے تو اس پر صحیح حدیث کی طرح عمل کیا جائے گا، بلکہ وہ ضعیف حدیث، حدیث متواتر کے درجہ میں آجاتی ہے"۔

نواب صدیق حسن خانؒ: **"الا ماغلب علی ریحه اولونه او طعمه"** کے بارے میں لکھتے

ہیں: ''وقد اتفق أهل الحديث على ضعف هذه الزيادة، لكنه قد وقع الإجماع على مضمونها'' ۔ (الروضۃ الندیۃ، ص:۵)...... ''اور محدثین کا اس زیادتی کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے، لیکن اس کے مضمون پر اجماع ہے (اس لئے حجت ہے)''۔

امام ترمذیؒ سنن ترمذی میں بعض حدیثوں کا ضعف بیان کر کے آگے لکھ دیتے ہیں: ''والعمل عليه عند أهل العلم'' یہ اس لئے کہ کسی راوی کی وجہ سے جو سند میں ضعف پیدا ہوتا ہے، اہل علم کے عمل کی وجہ سے وہ ضعف دور ہو جاتا ہے۔

سنن ترمذی کے چند مقام بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیے:

۱......ص:۱۶، باب أن الأذنين من الرأس......هذا حديث ليس إسناده بذاك القائم والعمل على هذا عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبی ﷺ ومن بعدهم''۔

۲......ص:۱۳، باب فيمن يستيقظ ويرى بللا ولايذكر احتلاما...... ضعّفه يحی بن سعيد من قبل حفظه في الحديث وهو قول غيرواحد من أهل العلم من أصحاب النبی ﷺ والتابعين''۔

۳......ص:۴۸، باب في الجمع بين الصلاتين...... وهو حنش بن قيس وهو ضعيف عند أهل الحديث ضعفه أحمد وغيره والعمل على هذا عند أهل العلم''۔

۴......ص:۸۳، باب الإمام ينهض في الركعتين ناسيا...... جابر الجعفی قد ضعّفه بعض أهل العلم، تركه يحی بن سعيد وعبد الرحمن بن مهدی وغيرهما والعمل على هذا عند أهل العلم''۔

اس مذکورہ بالا اصولِ محدثین کی روشنی میں حضرت عمران بن حصینؓ کی حدیث کو دیکھا جائے تو اس حدیث میں جو اہل مکہ کے لئے مذکور ہے کہ جب مکہ میں مسافر امام نماز پڑھائے تو وہ دو رکعت پر سلام پھیرنے کے بعد اعلان کرے: ''يا اهل مكة! أتموا صلاتكم فإنا قوم سفر''...... ''اے اہل مکہ! تم اپنی نماز پوری کرلو، ہم مسافر لوگ ہیں''۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے، حتی کہ منیٰ میں اہل مکہ کے لئے قصر کے قائلین حضرات بھی اس اجماع میں شامل ہیں۔ اتنے مضبوط اجماع کے بعد حضرت عمرانؓ کی زیرِ بحث حدیث محدثین کے اس اصول کے مطابق صحیح اور متواتر بن جاتی ہے، پس اس حدیث کو وہی ضعیف کہے گا، جو محدثین کے مذکورہ بالا اصولوں سے جاہل یا غافل ہوگا۔

حدیث نمبر:۳

''إن عمر بن الخطابؓ لما قدم مكة صلى بهم ركعتين، ثم انصرف، فقال: يا أهل مكة! أتموا صلاتكم فإنا قوم سفر، ثم صلى عمرؓ بمنىٰ

رکعتین". (معرفة السنن والآثار للبیهقی، ج:۴،ص:۲۷۸)

ترجمہ:۔''حضرت عمر بن الخطابؓ جب مکہ میں آئے تو لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اے اہل مکہ! ہم لوگ مسافر ہیں، تم اپنی نماز پوری کرلو''۔

حدیث نمبر:۴

''مالک عن ابن شهاب عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطابؓ لما قدم مکة صلی بهم رکعتین، ثم انصرف، فقال: یا أهل مکة! أتموا صلاتکم، فإنا قوم سفر، ثم صلی عمرؓ رکعتین بمنی". (مؤطا امام مالک، ص:۴۲۹)

ترجمہ:۔''امام مالکؒ زہریؒ سے وہ سعید بن المسیبؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ مکہ میں آئے تو لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اے اہل مکہ! ہم لوگ مسافر ہیں، تم اپنی نماز پوری کرلو، پھر حضرت عمرؓ نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھائیں۔

حدیث نمبر۵:

''مالک بن زید بن أسلم عن أبیه أنَّ عمر بن الخطابؓ صلی للناس بمکة رکعتین، فلما انصرف قال: یا أهل مکة! أتموا صلاتکم، فإنا قوم سفر، ثم صلی عمرؓ رکعتین بمنی". (مؤطا إمام مالک، ص: ۴۲۹. شرح السنة للامام البغوی ج:۴، ص:۱۸۳، ج:۷،ص:۱۵۵. السنن الکبریٰ للبیهقی، ج:۳،ص:۱۵۷)

ترجمہ:۔''امام مالکؒ زید بن اسلمؒ سے وہ اپنے باپ اسلمؒ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مکہ میں لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اے اہل مکہ! ہم لوگ مسافر ہیں، تم اپنی نماز پوری کرلو، پھر حضرت عمرؓ نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھائیں۔

حضرت عمرؓ نے جب مقامات حج میں سے ایک مقام میں اہل مکہ کے لئے اتمام کا اعلان کردیا تو باقی مقاماتِ حج، یعنی منیٰ وغیرہ کے لئے یہی اعلان کافی ہے، ہر جگہ نئے اعلان کی ضرورت نہیں اور اگر اہل مکہ کے لئے اتمام صلوۃ کے اس اعلان کے بعد منیٰ جاکر ان کا حکم بدل جاتا ہے، یعنی اتمام کی بجائے انہوں نے نماز میں قصر کرنی ہے، تو یہ تب ہوسکتا ہے جب درج ذیل تین چیزوں میں سے ایک چیز کی

حدیث میں صراحت موجود ہو:

۱......اہل مکہ کے لئے اتمام کے اعلان کے ساتھ منیٰ میں اہل مکہ کے لئے قصر کرنے کا اعلان کیا ہو۔

۲...... یا حضرت عمرؓ نے منیٰ میں جا کر اہل مکہ کے لئے قصر کا اعلان کیا ہو۔

۳...... یا اہل مکہ نے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا ہو اور حضرت عمرؓ اُن کے اس عمل کو جاننے کے باوجود اس پر خاموش رہے۔

لیکن یہ تین امور کسی ضعیف ترین حدیث سے بھی ثابت نہیں اور جب یہ ثابت نہیں تو منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں اہل مکہ کے لئے وہی حکم ہوگا جس کا ان کے لئے پہلے اعلان کیا گیا ہے۔

تائید نمبر:۱

امام شافعیؒ نے حضرت عمرؓ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

''وقد يكون إن قال لهم بمكة فقنع بالقول الاول عن القول الأخر لأنه لما أعلمهم أن فرضه غير فرضهم وان عليهم الإتمام وله التقصير، كان ذلک عندهم مجزيا فی الموطنين جميعا. ولعله أن يكون قد قاله ولم يحفظ عنه''. (معرفة السنن والآثار للبيهقی، ج:۲،ص:۲۷۹)

ترجمہ:۔''عین ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو مکہ میں اعلان کیا تو اسی پر قناعت کرنے کی وجہ سے دوبارہ اعلان کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی، کیونکہ جب ان کو حضرت عمرؓ نے بتادیا کہ ان کے فرض اور حضرت عمرؓ کے فرض میں فرق ہے، ان پر اتمام لازم ہے اور حضرت عمرؓ کے لئے نماز میں قصر کرنے کا حکم ہے، تو یہی اعلان ان کے لئے دونوں جگہوں میں کافی ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شاید حضرت عمرؓ نے منیٰ میں اتمام کا اعلان کیا ہو، لیکن راوی کو بیان کرتے وقت یاد نہ رہا ہو''۔

تائید نمبر:۲

صحیح البخاری کے شارح ابن بطالؒ قائلینِ اتمام کا استدلال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قالوا: وفی قول عمر بن الخطابؓ لأهل مكة: أتموا صلاتكم ما أغنى أن يقول ذلک بمنى'' (شرح صحيح البخاری لابن بطال، ج:۳،ص:۶۹)

ترجمہ:۔''حضرت عمر بن خطابؓ کا اہل مکہ کے لئے اتمام صلوۃ کا اعلان دوبارہ منیٰ میں اتمام کے اعلان کرنے سے مستغنی کر دیتا ہے''۔

رہا امام مالکؒ کا یہ فرمانا کہ منیٰ میں اہل مکہ کے لئے اتمام کا اعلان ہمیں نہیں پہنچا، اس کے متعلق

چند گزارشات عرض خدمت ہیں:

ا......اگر امام مالکؒ کو اس کا صریح اعلان نہیں پہنچا تو یہ عدم علم ہے اور عدم علم، علم بالعدم کی دلیل نہیں ہوتا، اگر ایک چیز کے موجود ہونے کا علم نہ ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ چیز موجود ہی نہیں، بعض دفعہ ایک چیز موجود ہوتی ہے، لیکن اس کا علم نہیں ہوتا۔

اہل مکہ کے لئے منیٰ میں قصر کے قائلین یہ مانتے ہیں کہ اہلِ منیٰ منیٰ میں، اہلِ عرفات، عرفات میں، اہلِ مزدلفہ، مزدلفہ میں اتمام کریں گے، تو کیا اس کا اعلان منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں سرور کائنات ﷺ اور خلفاء راشدینؓ نے کیا ہے؟ اگر بغیر اعلان کے ان لوگوں کے لئے آپ حضرات اتمام کے قائل ہیں، تو اہل مکہ کے لئے اتمام کا اعلانِ عام مکہ میں ہو چکا ہے، لہذا رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدینؓ کے اس اعلانِ عام اور حکمِ عام کے بعد اہل مکہ کے لئے مقاماتِ حج میں اتمام تسلیم کر لینا چاہئے۔ اور اگر آپ اسی پر بضد ہیں اور مصر ہیں کہ منیٰ میں اہل مکہ کے لئے اتمام کی صریح دلیل پیش کریں تو وہ بھی ملاحظہ کیجئے:

حدیث نمبر: ٦

''أخبرنا محمد قال: أخبرنا سويد بن إبراهيم الهذلي عن قتادة بن دعامة السدوسي أن عمر بن الخطابؓ صلى بمكة ركعتين ثم قال: يا أهل مكة! إنا سفر فأتموا، ثم صلى بمنىٰ ركعتين، ثم صلى بعرفة ركعتين، ثم قال: يا أهل مكة! إنا سفر فأتموا''. (كتاب الحجة للامام محمد، ج: ٢، ص: ٤٦٩)

ترجمہ: ''امام محمد، سوید بن ابراہیم ہذلی، قتادہ بن دعامہ کی سند روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مکہ میں دو رکعتیں پڑھا کر اعلان کیا: اے اہل مکہ! ہم مسافر لوگ ہیں، تم اپنی نماز پوری کرلو، پھر حضرت عمر بن الخطابؓ نے منیٰ اور عرفہ میں بھی دو رکعتیں پڑھا کر اعلان کیا: اے اہل مکہ! ہم مسافر لوگ ہیں، تم اپنی نماز پوری کرلو۔

حضرت عمرؓ کے اس اثر میں صراحت ہے کہ اہل مکہ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں پوری نماز پڑھیں گے، حضرت عمرؓ نے منیٰ اور عرفات میں اہل مکہ کے لئے یہی اعلان کیا تھا۔

فائدہ:

اگر چہ یہ اثر مرسل ہے، کیونکہ قتادہ تابعی کی حضرت عمرؓ سے لقاء ثابت نہیں، تاہم یہ حجت ہے، کیونکہ شرح صحیح مسلم کے مقدمہ کے اندر امام نوویؒ مرسل کی بحث میں لکھتے ہیں:

''ومذهب مالكؒ وابي حنيفةؒ واحمدؒ وأكثر الفقهاء أنه يحتج به ومذهب الشافعيؒ أنه اذا انضم إلى المرسل ما يعتضده احتج به بأن يروى أيضاً مسنداً أو مرسلا من جهة أخرى أو يعمل به بعض الصحابةؓ أو أكثر العلماء'' (مقدمہ شرح مسلم، ص:۱۷)

ترجمہ:۔''امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اکثر فقہاءؒ کے نزدیک مرسل حجت ہے اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ مرسل تب حجت ہوگی جب چار چیزوں میں سے ایک کے ساتھ وہ قوی ہو جائے:۱..... یا حدیث مرفوع متصل کے ساتھ اس کی تائید ہو جائے۔۲..... یا دوسری مرسل روایت کے ساتھ اس کی تائید ہو جائے۔ ۳..... یا اس مرسل پر بعض صحابہؓ کا عمل ہو۔۴..... یا اکثر علماء کا اس پر عمل ہو''۔

اگر قتادہؒ کی اس مرسل روایت کو اس مذکورہ بالا معیار پر پرکھا جائے تو وہ یقیناً حجت ہے، کیونکہ امام حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ کے نزدیک مرسل حجت ہوتی ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مرسل روایت کی حجیت کے لئے کچھ شرائط ہیں، لیکن ان شرائط کے مطابق بھی یہ حجت ہے، کیونکہ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور تابعین میں سے مجاہدؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، زہریؒ، ابن جریجؒ، سفیان ثوریؒ منیٰ میں اتمام کرتے تھے۔(ان کے آثار آگے آرہے ہیں)

شرح السنۃ للامام بغویؒ ج:۴،ص:۱۸۳ میں ہے:''وأكثر أهل العلم على أنَّ أهل مكة لاقصر لهم بمنى''.... ''اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ اہل مکہ منیٰ میں قصر نہ کریں''۔

اور ائمہ اربعہ میں سے امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔ لیجئے! امام شافعیؒ کی شرائط کے مطابق اس اثر پر بعض صحابہؓ کا عمل ہے اور اکثر علماء کا عمل بھی اسی پر ہے، اس لئے یہ اثر بلاشبہ حجت ہے۔ اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ مرسل روایت، متصل روایت کے لئے تفسیر بن سکتی ہے۔ علامہ سیوطیؒ تدریب، ج:۲،ص:۲۲۵ النوع التاسع والثلاثون میں لکھتے ہیں:''قال شيخ الإسلام والمرسل يفسر المتصل''..... ''شیخ الاسلامؒ نے کہا ہے کہ مرسل روایت متصل کے لئے تفسیر بن سکتی ہے''۔

حضرت عمران بن حصینؓ کی مرفوع حدیث میں اور حضرت عمر فاروقؓ کی موقوف حدیث میں جو اہل مکہ کے لئے اعلان کیا گیا:''يا أهل مكة! أتموا الصلوة فإنا قوم سفر''. یہ اعلان اور یہ حکم منیٰ کو شامل ہے یا نہیں؟ ایک فریق کہتا ہے کہ یہ حکم عام ہے منیٰ، بلکہ عرفات اور مزدلفہ کو بھی شامل ہے۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ یہ حکم خاص ہے، منیٰ کو شامل نہیں، بلکہ منیٰ میں اتمام کی بجائے قصر صلاۃ کا حکم ہے۔ حضرت عمرؓ کے اس صریح اور واضح اثر کی دلیل وقرینہ سے حدیث عمران بن حصینؓ میں پہلا احتمال متعین ہو جاتا ہے، جبکہ فریق ثانی کے پاس منیٰ میں حکم کی اس تبدیلی پر اور پہلے اعلان کے خصوص اور منیٰ کو شامل

نہ ہونے پر کوئی بھی کمزور سے کمزور، صریح اور واضح دلیل نہیں ہے، لہذا یہ اعلان عام ہے جو منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کو بھی شامل ہے، اس لئے اہلِ مکہ ان مقامات میں اتمام کریں گے۔

ہم نے منیٰ میں اہلِ مکہ کے لئے اتمام کی صریح دلیل پیش کردی ہے، لیکن قصر کے قائلین پر لازم ہے کہ:

۱......وہ اہلِ منیٰ کے لئے منیٰ میں اور اہل عرفات کے لئے عرفات میں اور اہل مزدلفہ کے لئے مزدلفہ میں اتمام کے صریح اعلان والی حدیث پیش کریں۔

۲......اہلِ مکہ کے لئے منیٰ میں قصر کے صریح اعلان والی حدیث دکھائیں۔

۳......اہلِ مکہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدینؓ کے ساتھ دو رکعتوں پر سلام پھیر دیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدینؓ اہل مکہ کے اس عمل کو جاننے کے باوجود خاموش رہتے۔

۴...... یا آپ ﷺ نے اہل مکہ کو اتمام کے وقت فرمایا ہو کہ مکہ میں اتمام کیا کرو اور منیٰ میں قصر کیا کرو۔

حدیث نمبر ۷:

''قال الشافعیؒ أخبرنا مالکؒ عن نافع عن ابن عمرؓ أنه کان یصلی وراء الإمام بمنیٰ أربعا فإذا صلی لنفسه صلی رکعتین''. (معرفة السنن والآثار للبیهقی، ج:۴،ص:۲۶۰. مؤطا امام مالکؒ ص:۱۳۳)

ترجمہ:''امام شافعیؒ، امام مالکؒ، نافعؒ کی سند سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ منیٰ میں جب امام کے پیچھے نماز پڑھتے تو چار رکعت پڑھتے اور جب اکیلے پڑھتے تو دو رکعت پڑھتے''۔

امام شافعیؒ نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا:''**وهذا یدل علی ان الامام اذا کان من أهل مکة صلی بمنیٰ اربعا**''. ... ترجمہ:......''یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ منیٰ میں جب امام اہل مکہ سے ہو تو وہ چار رکعت پڑھائے گا۔(معرفۃ السنن والآثار، ج:۴،ص:۲۶۱)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ اہلِ مکہ منیٰ میں چار رکعت پڑھیں گے، اسی طرح جب امام اہل مکہ سے ہوگا تو سب مقتدی بھی چار رکعت پڑھیں گے۔

حدیث نمبر:۸

''عن ابن جریجؒ عن عطاءؒ قال: سألت ابن عباسؓ فقلت: أقصر الصلاة إلی عرفة أو إلی منی قال: لا'' (مصنف عبد الرزاق، ج:۲،ص:۵۲۴)

ترجمہ:.''ابن جریجؒ سے رایت ہے کہ عطاء بن ابی رباحؒ نے حضرت عبد اللہ بن

عباسؓ سے پوچھا میں عرفہ یا منیٰ تک جاؤں تو قصر کروں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جواب دیا قصر نہ کرو“۔

حدیث نمبر: ۹

”عن عمرو بن دینارؒ عن عطاءؒ قال: سألت ابن عباسؓ أقصر الصلاة إلی عرفة؟ قال: لا، قلت إلی منی؟ قال: لا“ (ایضاً...... ج:۲، ص:۵۲۴)

ترجمہ:۔ ”عمرو بن دینار سے روایت ہے، عطاء بن ابی رباحؒ کہتے ہیں، میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کیا میں عرفہ جاؤں تو قصر کروں؟ حضرت ابن عباسؓ نے نفی میں جواب دیا۔ میں نے کہا اگر میں منی تک جاؤں؟ فرمایا قصر نہ کرو“۔

حدیث: ۱۰

”عن یحیٰ بن أبی کثیرؒ قال: سأل رجل ابن عباسؓ، فقال: أقصر الصلاة إلی منیٰ؟ قال: لا، قال: فإلی عرفة؟ قال: لا“ (ایضاً...... ج:۲، ص:۵۲۴)

ترجمہ:۔ ”یحی بن ابی کثیر راوی ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا: کیا میں منیٰ تک جاؤں تو نماز میں قصر کرسکتا ہوں؟ فرمایا نہیں۔ اس نے کہا کہ میں عرفہ تک جاؤں تو قصر کرسکتا ہوں؟ فرمایا نہیں“۔

حدیث: ۱۱

”عن عثمان بن الأسودؒ عن عطاءؒ ومجاهدؒ قالا: لیس علی أهل مکة قصر فی الحج“ (تحفة الاخیار، ج:۲، ص:۳۹۴، مصنف ابن ابی شیبة، ج:۲، ص:۳۳۹)

ترجمہ:۔ ”حضرت عثمان بن اسودؒ سے روایت ہے کہ عطاءؒ اور مجاہدؒ فرماتے ہیں، حج میں اہل مکہ پر قصر نہیں ہے“۔

حدیث: ۱۲

”عن عبید الله بن عمرؒ قال: کان عطاءؒ والزهریؒ یقولان: یتمّون“.

(مصنف ابن ابی شیبة، ج:۴، ص:۲۹۲)

ترجمہ:۔ ”عبید اللہ بن عمرؒ فرماتے ہیں کہ عطاءؒ اور زہریؒ فرماتے ہیں: لوگ (منیٰ میں) اتمام کریں“۔

حدیث:۱۳

''عن عبد الله بن الزبیرؒ قال: سمعت الولید بن مسلمؒ یقول: کان محمد بن ابراهیمؒ والی مکة کتب إلیه أن یصلي بالناس الموسم فسأل سفیان الثوریؒ ومالک بن أنسؒ عن الصلاة بمنیٰ وعرفات فأمره مالکؒ أن یقصر وأمره سفیان الثوریؒ أن یتم، فأخذ بقول مالکؒ وترک قول سفیانؒ، قال الولیدؒ: فحضرت سفیان الثوریؒ وابن جریجؒ یصلیان معه، فأما ابن جریجؒ فقام، فبنی علی صلاته فأتمها أربعاً وأما سفیان الثوریؒ فقام فأعاد الصلاة فصلی أربعاً'' (معرفة السنن والآثار للبیهقی، ج:۴،ص:۲۷۹)

ترجمہ: ''عبد اللہ بن زبیر حمیدی کہتے ہیں: میں نے ولید بن مسلم سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ محمد بن ابراہیم امیر مکہ نے ولید بن مسلم کو حکم دیا کہ وہ موسم حج میں لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ولید بن مسلم نے سفیان ثوریؒ اور مالک بن انسؒ سے پوچھا کہ وہ منیٰ اور عرفات میں نماز کیسے پڑھائیں؟ امام مالکؒ نے اس کو قصر کا حکم دیا اور سفیان ثوریؒ نے اتمام کا حکم دیا، ولید بن مسلمؒ نے امام مالکؒ کے قول پر عمل کیا اور سفیانؒ کے قول کو چھوڑ دیا۔ ولید بن مسلمؒ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوریؒ اور ابن جریجؒ کو دیکھا کہ وہ اس کے ساتھ نماز دو رکعت پڑھتے ہیں، دو رکعت پڑھ کر ابن جریجؒ کھڑے ہو گئے، انہوں نے دو رکعت مزید پڑھ کر چار رکعتیں پوری کیں اور سفیان ثوریؒ نے کھڑے ہو کر پوری نماز کو دہرایا اور چار رکعت نماز پڑھی''۔

فائدہ:

''......ابن جریجؒ اور سفیان ثوریؒ صغار تابعین میں سے ہیں اور وہ منیٰ اور عرفات میں اتمام صلاۃ کے قائل اور فاعل تھے۔ ابن جریجؒ، مجاہدؒ اور عطاءؒ تینوں تابعی اور مکی ہیں، ان کا فتویٰ اہل مکہ کے بارے میں اتمام کا ہے اور اہل مکہ کے عمل کو علماء اہل مکہ زیادہ بہتر جانتے ہیں، ان میں سے عطاء بن ابی رباحؒ نے دوسو صحابہؓ سے ملاقات کی ہے، اہل مکہ کے یہ سب سے بڑے مفتی ہیں، انہوں نے ستر سے زائد حج کئے ہیں۔ امام محمد بن علی باقر المدنیؒ، ابو حازم سلمہ بن دینار المدنیؒ، خصیف الحضرمیؒ، قتادہ البصریؒ ان سب نے عطاءؒ کے بارے میں کہا ہے: ''أعلم الناس بمناسک الحج'' کہ لوگوں میں احکامِ حج کو سب سے زیادہ جاننے والے عطاء بن ابی رباحؒ ہیں''۔ (تہذیب الأسماء، ج:۱،ص:۴۶۸۔ تہذیب الکمال، ج:۲۰،ص:۷۷۔ تہذیب التہذیب، ج:۷،ص:۲۰۰، ۲۰۱۔ تاریخ دمشق ج:۴۰،ص:۳۸۴،۳۸۳)

فتاویٰ امام احمد بن حنبلؒ:

ا:....''قال: سألت ابی هل یصلی الرجل بصلاة الإمام بعرفة والإمام من أهل مکة؟ فقال: ینبغی له أن یتم الصلاة''

(مسائل احمد بن حنبل روایة ابنه عبد الله، ج: ۱، ص: ۲۳۰)

ترجمہ: .'امام احمد بن حنبلؒ کے بیٹے عبداللہ کہتے ہیں: میں نے اپنے باپ سے پوچھا: جب عرفہ میں امام اہل مکہ میں سے ہو تو کیا مقتدی امام کی طرح (چار رکعت) نماز پڑھے؟ امام احمد بن حنبلؒ نے جواب دیا: اس کو مناسب یہی ہے کہ وہ پوری نماز پڑھے''۔

فائدہ:

اس فتوے سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ اہلِ مکہ عرفات میں پوری نماز پڑھیں گے، جب عرفہ میں اہلِ مکہ کے لئے پوری نماز پڑھنے کا حکم ہے تو منی اور مزدلفہ میں تو بطریق اولیٰ پوری نماز پڑھیں گے۔ دوسرا یہ کہ جب منیٰ، عرفہ اور مزدلفہ میں مکی امام اتمام کرے گا تو مقتدی اہل مکہ ہوں یا غیر اہل مکہ سب اتمام کریں گے۔

۲......''فان أمر علی الموسم رجل من أهل مکة أو هو مقیم بها فمن صلی خلفه من أهل مکة بمنی أو بعرفات فقصر الأمیر المکی الذی من أهل مکة، فإن أهل مکة یعیدون صلاتهم ویتمون''. (ایضاً ص: ۲۳۱)

ترجمہ: ''عبداللہ بن احمد کہتے ہیں، میرے باپ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: اگر حج کے موسم میں اہل مکہ سے کسی آدمی کو امیر بنایا گیا یا اس آدمی کو جو باہر سے آ کر مکہ میں مقیم ہو گیا، اس مکی امام نے منی یا عرفات میں نماز پڑھائی اور نماز میں قصر کی تو جو مقتدی اہلِ مکہ ہیں، وہ نماز کو لوٹائیں اور پوری نماز پڑھیں''۔

فائدہ:

اس فتوے سے معلوم ہوا کہ اگر اہل مکہ منی اور عرفات میں قصر کریں گے تو ان کی نماز جائز نہ ہوگی، وہ نماز دوبارہ پڑھیں اور پوری نماز پڑھیں۔

۳......''قال أبی: وإذا کان رجل مقیم بمکة عشراً أو أکثر، فخرج یحج، فإن کان یرید أهله بالعراق أو بالمدینة قصر الصلاة بمنی وعرفة فإن أراد الرجعة بمکة لیقیم بها أتم بعرفة وبمنی''. (ایضا ص: ۲۳۱)

ترجمہ: .'عبداللہ بن احمد کہتے ہیں: میرے باپ نے کہا: جب کوئی باہر کا آدمی مکہ

میں دس یا دس سے زیادہ دن مقیم ہو جائے، پھر وہ حج کے لئے نکلے تو اگر مکہ سے نکلتے وقت اس کا ارادہ اپنے گھر کا ہے جو عراق یا مدینہ میں ہے (مثلاً) تو وہ منی اور عرفہ میں قصر کرے گا اور اگر اس کا ارادہ ہے لوٹنے کے بعد مکہ میں اقامت کرنے کا تو وہ منی اور عرفہ میں پوری نماز پڑھے گا''۔

۴......''قیل لأبی عبد الله فرجل أقام بمكة ثم خرج إلى الحج، قال إن كان لايريد أن يقيم بمكة إذا رجع صلى، ثم ركعتين وذكر فعل ابن عمرؓ، قال: لأن خروجه إلى منى وعرفة ابتداء سفر فان عزم على أن يرجع فيقيم بمكة أتم بمنى وعرفة''. (المغنی، ج:۱،ص:۱۰۴)

ترجمہ:......''ابوعبداللہ یعنی امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ باہر سے آیا ہوا ایک آدمی مکہ میں مقیم ہوا، پھر وہ حج کے لئے نکلا تو وہ منی، عرفہ میں قصر کرے گا یا اتمام؟ حضرت امام احمدؒ نے جواب دیا کہ اگر حج کے بعد اس کا مکہ میں اقامت کرنے کا ارادہ نہ ہو تو وہ منی وعرفہ میں دو رکعتیں پڑھے گا اور امام احمدؒ نے دلیل کے طور پر حضرت ابن عمرؓ کے فعل کا ذکر کیا۔ نیز اس لئے بھی قصر کرے گا کہ اس کا منی وعرفہ کی طرف نکلنا اپنے واپسی کے سفر کی ابتداء ہے اور حج سے لوٹنے کے بعد مکہ میں اقامت کا ارادہ ہو تو وہ منی اور عرفہ میں پوری نماز پڑھے گا۔

فتویٰ الشیخ الشنقیطی:

شیخ شنقیطی کی تحقیق یہ ہے کہ مکہ، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کی عمارات تقریباً متصل ہیں، حتی کہ یہ مقامات اہل مکہ کا مسکن بن چکے ہیں، اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ عرفہ اور مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین پر عمل کیا جائے، نسکِ حج ہونے کی وجہ سے اور اتصالِ عمارات کی وجہ سے نماز میں اتمام کیا جائے، تاکہ اختلاف سے نکل جائیں۔ شیخ فرماتے ہیں:

''فالمشلكة الآن اتصل البناء فاصبحت الأرض سكنا لأهل مكة ولذلك أرى أن يحتاط وأن يخرج من خلاف العلماء وإن جمع تجمع للنسک فی يوم عرفة وتجمع للنسک ايضا ليلة مزدلفة لورود السنة بها فإذا جمعت للنسک فلاحرج، لكن إتمام الصلوة يعتبر خروجا من الخلاف''. (شرح زاد المستنقع، ج:۷،ص:۲۰)

ترجمہ:......''اب مشکل یہ ہے کہ عمارات اتنی متصل ہو چکی ہیں کہ اہل مکہ کے لئے یہ زمین مسکن بن چکی ہے، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ احتیاط کی راہ

اختیار کی جائے اور علماء کے اختلاف سے نکلا جائے اور عرفہ ومزدلفہ میں دونمازوں کونسک حج کے طور پر جمع کیا جائے، کیونکہ عرفہ اور مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین سنت سے ثابت ہے اور نسکِ حج کی وجہ سے نمازوں کو جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح اتمام صلوۃ کو اپنا کر اختلاف سے نکلا جائے۔

فتویٰ محمد بن صالح العثیمین:

الشیخ عثیمین منی کے متعلق لکھتے ہیں: ''**لأن البيوت اتصلت بها وصارت كأنها حي من أحياء مكة، فالأحوط لاهل مكة بمنى أن يتكوا الصلوة**" ......'' مکہ اور منی کی عمارات اس طرح متصل ہوچکی ہیں کہ گویا منی مکہ کا ایک محلہ ہے، پس اہلِ مکہ کے لئے زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ وہ منی میں نماز پوری پڑھیں (جلسات الحج، ج:۱،ص:۱۸)

حدیث حارثہ بن وہب:

قال (حارثة بن وهب): صليت مع رسول الله ﷺ بمنى والناس أكثر ما كانوا، فصلى بنار ركعتين في حجة الوداع" (سنن ابی داؤد، ج:۱،ص:۲۷۰)

ترجمہ:''حارثہ بن وہبؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منی میں نماز پڑھی اور پہلے جتنے لوگ ہوتے تھے، اب ان سے زیادہ تھے، پس آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں دورکعتیں پڑھائیں''۔

مالکیہ کہتے ہیں حارثہ بن وہبؓ مکہ میں مقیم تھے، اس کے باوجود انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے دورکعتیں پڑھی ہیں، یعنی قصر کی ہے، معلوم ہوا کہ اہل مکہ منی میں قصر کریں گے۔

اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مذکورہ دعوی پر استدلال تین امور پر موقوف ہے:

۱...... حارثہ بن وہبؓ دورکعت حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں مقیم تھے۔

۲...... حارثہ بن وہبؓ نے دورکعت پر سلام پھیر دیا تھا۔

۳...... حارثہ بن وہبؓ کے مقیم ہونے کا اور دورکعت پر سلام پھیرنے کا رسول اللہ ﷺ کو علم ہوگیا تھا، اس کے باوجود آپ ﷺ نے سکوت کیا، لیکن ان تین امور میں سے کسی ایک بات کی بھی کسی حدیث میں صراحت نہیں دکھائی جاسکتی۔

ثانیاً: جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں امام کے دورکعت پڑھانے کا ذکر ہے، لیکن مقتدیوں اہل مکہ اور غیر اہل مکہ (جن میں اہل منی بھی شامل ہیں) نے کتنی رکعات پڑھی ہیں؟ اس کا کوئی ذکر نہیں، جبکہ یہ حدیث دلیل تب بن سکتی ہے کہ اس میں مقتدیوں کی رکعات کی تعداد صراحتاً مذکور ہو۔

معاشرے کی اصلاح کا آغاز کہاں سے ہو؟

محمد عظیم قاسمی فیض آبادی، المعہد العلمی الاسلامی دیوبند

''اصلاحِ معاشرہ'' ایک خوبصورت عنوان اور دولفظوں کی حسین ودلکش تعبیر ہے، اس لفظ کے سننے، بولنے اور پڑھنے والے کے ذہن ودماغ کے دریچوں میں معاشرے کی وہ تمام برائیاں گردش کرنے لگتی ہیں، جنہوں نے مسلم معاشرے کو گندہ اور زہر آلود کردیا ہے، آج یہ لفظ نہ جانے کتنے حلقوں میں بار بار پڑھا، لکھا، بولا اور سنا جاتا ہے اور بار بار اس کا استعمال ہوتا ہے، بے شمار جماعتیں اصلاحِ معاشرہ کے مقصد سے قائم ہیں، ان گنت ادارے وانجمن موجود ہیں، نہ جانے کتنی کانفرنس اور اجلاس کا انعقاد اسی مقصد سے ہوتا ہے، تقریباً ہر بڑی تنظیم کے اندر ''اصلاحِ معاشرہ'' کا مستقل شعبہ قائم ہے، غیر مسلموں نے بھی اس مقصد کے لئے اپنی علیحدہ کمیٹی تشکیل دی، اخبارات ومیڈیا بھی اس مقصد کی تکمیل میں کسی سے پیچھے نہیں، حکومتی سطح پر بھی کوششیں ہوتی رہتی ہیں، لیکن اتنے حلقوں وگروہوں کی ہمہ جہت کوششوں کے باوجود نتیجہ اس کہاوت سے زیادہ نہیں کہ ''یہ تیلی کے بیلوں سے کچھ کم نہیں ہیں، جہاں سے چلے تھے وہیں کے وہیں ہیں'' معاشرہ آج بھی انہیں بگاڑ وفساد کے ساتھ سانس لے رہا ہے:

چل چل کے پھٹ چکے ہیں قدم اس کے باوجود
اب تک وہیں کھڑا ہوں جہاں سے چلا تھا میں

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آخر یہ ساری محنتیں بے کار کیوں ہیں؟ ساری کوششیں اکارت کیوں ہوتی ہیں؟ اصلاح معاشرہ کی کوئی تدبیر کامیاب کیوں نہیں ہورہی ہے؟ معاشرہ بجائے اصلاح کے بگاڑ وفساد کی طرف مزید کیوں بڑھ رہا ہے؟۔

کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر اس وعدہ کا اعلان نہیں فرمایا: ''وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا'' کہ جولوگ ہماری راہ میں کوشش کریں گے، ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت

کریں گے۔ دوسری جگہ یہ وعدہ مذکور ہے: ''اِنْ تَنْصُرُ اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ '' اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے قدموں کو استقامت بخش دیں گے''۔ ظاہر ہے کہ نہ تو خدا کا فرمان غلط ہوسکتا ہے، نہ ہی خدا کا کلام جھوٹ ہوسکتا ہے، نہ رب ذوالجلال سے وعدہ خلافی کا صدور ممکن ہے، لیل ونہار میں تبدیلی ہوسکتی ہے، سورج کا بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہونا ممکن ہوسکتا ہے، زمین وآسمان کا اپنی جگہ سے ٹلنے کا یقین کیا جاسکتا ہے، مگر رب کریم سے وعدہ خلافی کا صدور ناممکن ہے، خدائے بزرگ وبرتر کے کلام میں شک وریب نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ ان ساری کوششوں سے ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ''اصلاحِ معاشرہ'' کے نام پر کی جانے والی ساری تدبیروں اور کوششوں کا رُخ صحیح نہیں، دراصل یہ کوششیں ان صفات وخوبیوں سے آراستہ نہیں، جو دوسرے کو اپنی طرف متوجہ کرسکیں، جو نصرتِ خداوندی کو دعوت دے سکیں۔ اگر ''اصلاح معاشرہ'' کے سلسلے میں کی جانے والی ہماری کوششیں اور تمام تدبیریں اخلاص وللّٰہیت سے بھرپور ہوں اور صحیح ڈگر پر چلیں تو ضرور اللہ کی مدد شامل حال ہوگی اور نصرتِ خداوندی متوجہ ہوگی، پھر عوام اس سے متاثر ہوں گے اور اس کے صحیح، بہتر اور خوش کن نتائج ضرور برآمد ہوں گے:

اگر سینے میں دل ہے اور تڑپ اسلام کی دل میں
اتر سکتا ہے ابرِ رحمتِ پروردگار اب بھی

اور

فضائے بدر پیدا کر! فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اگر ہم غور وفکر کے دریچے کو کھولیں اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اور تحقیق کے دائرے کو ذرا وسیع کریں تو ہمیں اتنا تو ضرور معلوم ہوجائے گا کہ ''اصلاح معاشرہ'' کے خوب صورت عنوان پر کی جانے والی ساری کوششوں کے درپردہ اتنے اغراض پوشیدہ ہیں اور یہ جدوجہد اتنے عیوب ونقائص سے بھری اور اصلاح کے حقیقی اصول وضوابط اور اصلاح کے لوازمات سے اتنی خالی ہیں کہ صحیح معنی میں اس کو ''اصلاح معاشرہ'' کا نام دینا یا ''اصلاح کی کوشش'' کہنا ہی درست نہیں ہے، مثال کے طور پر اس کی سب سے بڑی خامی اور خرابی یہ ہے کہ ہر جگہ دوسروں کی اصلاح کی فکر ہوتی ہے اور دوسروں سے اصلاح کا آغاز کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اصلاح کے لئے ہماری ہر تقریر وتحریر، ہماری ہر نصیحت اور ہمارا ہر اجلاس دوسروں کے لئے ہوتا ہے، ہر وقت ہماری یہ خواہش ہوتی ہے کہ معاشرے سے تمام برائیوں کا خاتمہ دوسرے کی ذات اور دوسروں کے گھر سے شروع ہو، معاشرے کے تمام رسوم وبدعات کے خاتمہ کا آغاز دوسرا کرے ارو ہر طرح کی تبدیلی کی ابتداء دوسرا کرے، یہ خیال وگمان شاید ہی کسی

شخص کو آتا ہو کہ رسومات کے خاتمے کا مطالبہ خود ہماری ذات سے بھی ہے، برائیوں کے خاتمے میں ہماری بھی کوئی ذمہ داری ہے، زندگی میں تبدیلی لانے کا فریضہ ہمارے اوپر بھی عائد ہوتا ہے اور شاذونادر ہی کوئی شخص یہ سوچتا ہو کہ ہمیں خود بھی اپنے اخلاق وکردار کو بے داغ بنانا چاہئے۔ جب تک ہم کو یہ فکر دامن گیر نہیں ہوتی اور ہماری سوچ میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی ہے اور خود ہمارے اندر اخلاق وکردار کے بنانے اور سنوارنے کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کا احساس پیدا نہیں ہوتا، اس وقت تک ہمارے معاشرے میں اصلاحِ معاشرہ کا کام آسان نہیں ہوسکتا اور نہ ہمارا معاشرہ اصلاح کی طرف گامزن ہوسکتا اور نہ ہی ہماری زبان وقلم اور وعظ وتقریر کے اندر تاثیر پیدا ہوگی، کیونکہ:

آدمی صاحبِ کردار اگر ہوتا ہے
اس کی آواز میں، باتوں میں اثر ہوتا ہے

اصل وجہ یہی ہے کہ ہماری اصلاح کی ساری کوششیں ناکام ہیں، اصلاح کی تمام محنتوں کا نتیجہ صفر ہے اور ہمہ جہت کوششوں کے باوجود بجائے اصلاح کے ہمارا یہ پاکیزہ معاشرہ فساد کی طرف رواں دواں ہے اور اس کا انجام جو کچھ ہے ہم اور آپ روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ مغربی معاشرے کا پورا عکس ہمارے میں نظر آنے لگا، خدا حفاظت فرمائے۔ انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ وتابعینؒ اور اولیاء عظامؒ کا اصلاح کے سلسلے کا طرزِ عمل ہمارے طریقۂ کار سے بالکل علیحدہ تھا، ان کی ہر اصلاح کا آغاز اپنی ذات سے ہوتا تھا، اپنے اہل وعیال سے ہوتا تھا، اپنے گھر اور خاندان کی فکر اُن کو دامن گیر ہوتی تھی، وہاں اعمال وکردار کے ذریعہ دعوت کا کام ہوتا تھا، زبانی وعظ ونصیحت کا دوسرا درجہ تھا۔

قرآن کریم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خصوصی اوصاف میں سے یہ بھی بیان کیا ہے: ''وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكَاةِ'' کہ وہ اپنے اہل وعیال کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے سلسلے میں لکھا ہے: ''وَوَصّٰى بِهَآ إِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَاتَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ'' (کہ وصیت کی اس کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی (اپنے بیٹوں کو) کہ اے بیٹو! بیشک اللہ نے منتخب کیا ہے تمہارے لئے دین کو، لہذا تم مسلمان ہوکر ہی مرنا)۔ اور آگے قرآن کریم نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں پھر ذکر کیا ہے: ''إِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ'' کہ ''جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے موت قریب آئی، جب اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟۔'' انبیاء علیہم السلام کے اصلاحی فریضہ کی تبلیغ کے سلسلے میں اہل وعیال سے آغاز میں حکمت ومصلحت یہ ہے کہ اصلاح کی جو ہدایت عام مخلوق کو دی جائے اس کو پہلے اپنے اہل وعیال، گھر اور خاندان سے شروع کرے، اپنے گھر کے لوگوں کو اس پر عمل کرنا

اور اس کا ماننا اور منوانا نسبتاً آسان بھی ہوتا ہے، اس کی نگرانی اور کمی کوتاہی پر تنبیہ بھی ہر وقت کی جاسکتی ہے اور جب وہ کسی خاص رنگ کو اختیار کرلیں اور پھر اس میں پختہ ہوجائیں تو اس سے ایک دینی ماحول پیدا ہوکر دعوت کو عام کرنے اور دوسروں کی اصلاح کرنے، پھر دوسروں کو اسی ماحول میں ڈھالنے میں بڑی قوت پیدا ہوجائے گی۔ اصلاحِ خلق کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور مؤثر ایک صحیح دینی ماحول کا وجود میں لانا ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینِ عظامؒ کا دور اس کی روشن مثال ہے کہ ہر بھلائی تعلیم وتعلم، افہام وتفہیم اور وعظ وتقریر سے زیادہ ماحول ومعاشرے اور اخلاق وکردار کے سانچے میں ڈھلنے سے پھیلتی اور بڑھتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے اس طرزِ عمل سے ایک اصولی بات یہ معلوم ہوتی ہے جو عام انسانوں کے لئے خاص طور پر ہدایت ہے، وہ یہ کہ والدین کا فرض اور اولاد کا حق ہے کہ سب سے پہلے ان کی صلاح وفلاح کی فکر کی جائے، ان کے بعد دوسروں کی توجہ کی جائے، جس کے اندر دو حکمتیں ہیں:

اول: یہ کہ طبعی اور جسمانی تعلقات کی بناء پر وہ نصیحت کا اثر زیادہ جلد اور آسانی سے قبول کرسکیں اور پھر وہ ان کی تحریک اور اصلاحی کوششوں میں ان کے دست وبازو بن کر اشاعتِ حق میں ان کے معین ہوں گے۔

دوسرا: یہ کہ اشاعتِ حق کا اس سے زیادہ سہل اور مفید راستہ کوئی نہیں کہ ہر گھر کا ذمہ دار آدمی اپنے اہل وعیال کو حق بات سکھانے اور اس پر عمل کرانے کی سعی میں دل وجان سے لگ جائے کہ اس طرح تبلیغ وتعلیم اور اصلاح وتربیت کا دائرۂ عمل سمٹ کر صرف گھروں کے ذمہ داروں تک آجاتا ہے اور ان کو سکھانا پوری قوم کو سکھلانے کے ہم معنی ہوجاتا ہے، قرآن کریم نے اسی تنظیمی اصول کے پیش نظر یہ اعلان فرمایا: ''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوْآ أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَاراً'' (اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اور ارشاد فرمایا: ''وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا'' (کہ اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے) نبی کریم ﷺ جو ساری دنیا کے رسول ہیں اور جن کی ہدایت قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے عام ہے، آپ کو بھی سب سے پہلے اس کا حکم دیا گیا کہ: ''وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ'' (کہ اپنے رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے)۔

حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے لکھا ہے کہ: ''خاندان کے لوگوں کی تخصیص کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں تبلیغ ودعوت کو آسان اور مؤثر بنانے کا ایک خاص طریقہ بتلایا ہے، جس کے آثار دوررس ہیں، قریبی رشتہ دار جب کسی اچھی تحریک کے حامی بن جائیں تو ان کی اخوت وامداد پختہ بنیاد پر قائم ہوتی ہے اور خاندانی جمعیت کے اعتبار سے بھی ان کی تائید پر مجبور ہوتے ہیں اور جب قریبی رشتہ داروں، عزیزوں کا ایک ماحول حق وصداقت کی بنیادوں پر تیار ہوگیا تو روزمرہ کی زندگی میں ہر ایک کو دین کے احکام پر عمل

کرنے میں بہت سہولت ہوجاتی ہے اور پھر ایک مختصر سی طاقت تیار ہوکر دوسروں کو دعوت وتبلیغ کرنے میں مدد دیتی ہے''۔اس لئے قرآن کریم نے ''قُوْآ أنفُسَکُمْ وَأھْلِیْکُمْ نَاراً'' کہہ کر اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کی ذمہ داری خاندان کے ہر ہر فرد پر ڈالی جو اصلاحِ اعمال واخلاق کا آسان اور سیدھا راستہ ہے اور غور کیا جائے تو کسی انسان کا خود اعمال واخلاقِ صالحہ کا پابند ہونا اور پھر اس پر قائم رہنا اس وقت تک عادۃً ممکن نہیں ہوتا، جب تک معاشرہ وماحول اس کے لئے سازگار نہ ہو۔ سارے گھر میں ایک آدمی نماز کی پوری پابندی کرنا چاہے تو اس پکے نمازی کو بھی اپنے حق کی ادائیگی میں مشکلات حائل ہوں گی۔ آج کل جو حرام چیزوں سے بچنا دشوار ہوگیا ہے، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ حقیقتاً اس کا چھوڑنا کوئی بڑا مشکل اور دشوار کام ہے، بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ سارا ماحول، ساری برادری اور خاندان جب ایک گناہ میں مبتلا ہے تو اکیلے ایک آدمی کو بچنا دشوار ہوجاتا ہے۔ حضور ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے دعوتِ حق سنایا، اس وقت اگر چہ لوگوں نے قبول حق سے انکار کیا، مگر رفتہ رفتہ خاندان کے لوگوں میں اسلام داخل ہونا شروع ہوگیا۔

خاندان واہل وعیال کی تخصیص کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب تک کسی شخص کے اہل وعیال اور قریبی رشتہ دار وخاندان کے افراد اس کے نظریات اور عملی پروگرام میں اس کے ساتھی اور ہم رنگ نہیں ہوتے، تو اس کی تعلیم وتبلیغ دوسروں پر اتنی مؤثر نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی دعوت وتبلیغ کے جواب میں ابتداء اسلام میں عام لوگوں کا یہ جواب ہوتا تھا کہ پہلے اپنے خاندان قریش کو تو آپ درست کرلیں، پھر ہماری خبر لیں اور جب خاندان میں اسلام پھیل گیا اور فتح مکہ کے وقت اس کی تکمیل ہوئی تو اس کا نتیجہ قرآن کریم کے الفاظ میں یہ ظاہر ہوا کہ ''یَدْخُلُوْنَ فِيْ دِیْنِ اللّٰہِ أفْوَاجاً''۔

اگر ہمارے معاشرے میں اصلاح کا یہی طرز اپنایا جائے، ہمارے واعظین ومقررین، مصلحین وقائدین (چاہے وہ حکومتی سطح کے ہوں یا عوامی سطح کے) جو ہمارے معاشرے اور معاشرے کے افراد کے لئے نمونہ ہیں، وہ اس ڈگر کو اپنالیں اور ہمارا نوجوان طبقہ جو معاشرے کا اہم عنصر اور معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے، وہ اس میدان میں آگے آئے اور اصلاح کے ہر کام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہمہ تن متوجہ ہوجائے اور اپنی ذات سے اصلاح کا آغاز کرنے لگے اور ہر اصلاح کو قبول کرنے لگے، تو جلد ہی ان شاء اللہ ہمارے معاشرے کی کایا پلٹ جائے گی، ہمارا معاشرہ واقعی چین وسکون کا گہوارہ بن جائے گا اور حقیقی اسلامی معاشرہ کہلانے کا مصداق ہوجائے گا اور معاشرے میں صالح انقلاب آئے گا جو قرنِ اول کی یاد تازہ کردے گا۔

یہ حوصلہ بھی عطا کر مجھے خدائے کریم
کہ اپنے آپ کو خود آئینہ دکھاؤں میں

حضرت نواب عشرت علی خان قیصرؒ

محمد اعجاز مصطفیٰ

۵رصفر المظفر ۱۴۳۳ھ مطابق ۳۱ردسمبر ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے شاگرد رشید، حضرت اقدس مولانا فقیر محمد پشاوری ومسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کے خلیفہ مجاز، ہزاروں سالکین ومریدین کے شیخ ومصلح حضرت نواب عشرت علی خان قیصرؒ اس دنیا فانی کی ۹۶ بہاریں گزار کر راہی عالم آخرت ہوگئے، إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہ ما أعطیٰ وکلّ شيء عندہ بأجل مسمی۔

حضرت نواب عشرت علی خان قیصر رحمہ اللہ کی شخصیت طبقۂ اہل علم میں محتاج تعارف نہیں، آپ کا شماران اکابر اہل اللہ میں ہوتا ہے جن پر شرافت ودیانت ناز کرتی ہے، جن کے دم قدم سے زندگی نقش پا ڈھونڈتی ہے اور جن کے وجود سے علم وعرفان کی مجالس رونق پاتی ہیں اور جن کے زہد وتکشف پر ملائکہ رشک کرتے ہیں۔

آپ نے رجب المرجب ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء ضلع علی گڑھ قصبہ مینڈھو میں جناب محمد مسعود علی خان کے گھر میں آنکھ کھولی، آپ کے والد ماجد صوم وصلوٰۃ کے پابند اور نہایت دین دار تھے، مسجد سے خاص تعلق تھا، تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز کی پابندی اور ذکر اللہ کی کثرت ان کا خاصہ تھا۔

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ نے آپ کے والد ماجد (متوفیٰ: ۷شوال ۱۳۹۷ھ) کے بارہ میں لکھا ہے:

''مرحوم کی بعض صفات وکمالات دیکھ کر رشک آتا تھا کہ اس پرآشوب دور میں قوت ایمان کے ایسے دلکش نمونے موجود ہیں، حدیث صحیح بخاری شریف میں جن سات اشخاص کے بارہ میں لسانِ نبوت سے یہ بشارت سنی تھی اور پڑھی تھی کہ سات اشخاص قیامت کے روز میدانِ حشر میں عرش عظیم کے سایہ تلے ہوں گے، ان میں ایک شخص کے بارہ میں یہ الفاظ ہیں

:''ورجل قلبه معلق فی المساجد'' کہ ''ایک شخص وہ ہے جس کا دل ہر وقت مسجد میں رہتا ہے'' پہلی مرتبہ اس کا مصداق مرحوم کو دیکھا کہ ہر وقت مسجد کی حاضری کی فکر دامن گیر رہتی تھی، نماز پڑھ کر آتے ہی دوبارہ دوسری نماز کی فکر کا شدید تقاضا شروع ہوجاتا، بیماری اور بے ہوشی کے عالم میں بھی مسجد جانے کی فکر اور تقاضا رہا، اس آخر عمر میں ہر وقت زبان پر ذکر اللہ جاری رہتا، حدیث نبوی میں ہے: ''لایزال لسانک رطبا من ذکر اللّٰہ'' کہ تمہاری زبان اللہ کی یاد سے ہر وقت تروتازہ رہے'' اس حدیث کا مصداق آپ کی ذات گرامی کو دیکھا'' (بینات، ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ)

حضرت نواب صاحب کی ابتدائی تعلیم آپ کے دادا مرحوم کے قائم کردہ مدرسہ یوسفیہ میں ہوئی، حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے آپ کو تفسیر میں جلالین، فقہ میں ہدایہ اول اور حدیث میں مؤطا امام مالک کی بسم اللہ کرائی۔ دینی تعلیم مکمل ہونے پر حضرت تھانویؒ نے آپ کے سر پر دستارِ فضیلت رکھی، جو آپ کے پاس محفوظ تھی، بعد میں علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم اے اور قانون کی ڈگری بھی آپؒ نے حاصل کی تھی، آپؒ بچپن سے ہی اپنے گھر کے افراد کے ساتھ تھانہ بھون حاضری دیا کرتے تھے، حضرت تھانویؒ نے آپ کو کھانے میں شریک کیا اور اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے آپ کو بیعت کے شرف سے نوازا، حضرت تھانویؒ نے آپ کو نماز باجماعت کی تاکید اور اپنے مواعظ وملفوظات پڑھنے کی نصیحت فرمائی جس پر ساری زندگی آپ عمل پیرا رہے، آپ کی اہلیہ محترمہ کے بقول پچاس سال سے نماز میں آپ کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

حضرت تھانویؒ کے انتقال کے بعد آپ نے اُس وقت کے اکابر سے اپنا تعلق جوڑا اور ان کی صحبت بابرکت سے مستفید ہوتے رہے، باقاعدہ اصلاحی تعلق حضرت اقدس مولانا فقیر محمد پشاوری قدس سرہ سے قائم کیا اور حضرت پشاوریؒ نے آپ کو خلافت سے نوازا، بعد میں اصلاحی مکاتبت کا سلسلہ حضرت مسیح الامت سے رہا اور حضرت مسیح اللہ خان صاحب نے بھی آپ کو ''اجازتِ بیعت'' سے سرفراز فرمایا۔

آپ کے معمولات میں دعا کا ذوق وشوق، تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز کا اہتمام نمایاں تھا، طبیعت میں سادگی، تحمل وبردباری، جود وسخا، بزرگانِ دین کا احترام، علماء سے تعلق جیسے اوصاف کے جامع اور نمود ونمائش وشہرت سے کوسوں دور تھے۔ آپ صوفیائے کرام کے چار مشہور سلاسل چشتیہ، قادریہ، نظامیہ، سہروردیہ میں بیعت فرماتے تھے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم نے حضرت کا مرتب کردہ دستور العمل ومعمولات برائے سالکین روزنامہ اسلام، ۱۸؍صفر ۱۴۳۳ھ، ۱۳؍جنوری ۲۰۱۲ء بروزِ جمعہ میں شامل اشاعت مضمون میں نقل کیا ہے، افادہ عام کے لئے بعینہ اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے:

۱:... اپنے شب وروز کی ضروری مصروفیات کو پیش نظر رکھ کر ایک مضبوط نظام الاوقات بنالینا چاہئے اور پھر اس کے مطابق مستقل مزاجی کے ساتھ عمل کرنا چاہئے، اس کی وجہ سے کام کرنے میں بہت برکت ہوتی ہے، تھوڑے وقت میں زیادہ کام ہوجاتا ہے اور اس کی برکت سے مشکل کام بھی آسان ہوجاتا ہے:

نظم پیدا کیجئے اوقات میں
برکتیں پھر دیکھئے دن رات میں

۲:... شرعی احکام خواہ ان کا تعلق کرنے سے ہو یا چھوڑنے سے، ان کا علم حاصل کرنا چاہئے اور پھر ان پر عمل بجالانا چاہئے، سب سے پہلے اپنے عقیدے ٹھیک کئے جائیں اور ضروری ضروری مسئلے سیکھے جائیں اور نئے مسئلے کی ضرورت پیش آئے تو کسی مستند عالم دین سے ان کا شرعی حکم معلوم کرلیا جائے۔ یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا کو طلب کرنا ہے، جس کے لئے تقویٰ حاصل ہونا شرط ہے، اسی کے لئے سب جدوجہدی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کے لئے گناہوں سے بچنے کا اہتمام، جو حقوق (والدین، بیوی، بچوں، رشتہ داروا قارب، محلے داروں اور اجنبیوں جس جس کے بھی) اپنے ذمہ واجب ہیں، ان کی ادائیگی، معاملات میں دیانت وصداقت، معاشرت میں سادگی اور پاکیزگی اور مزاج میں نرمی وخوش اخلاقی ضروری ہے، بدعات ورسوم سے سختی کے ساتھ بچے۔ شادی وغمی کے موقع پر ہر قسم کی رسومات سے اپنے آپ کو بچائیں۔ ان چیزوں کے اہتمام کے بغیر سلوک وتصوف اور اصلاح نفس کا مقصد ہی حاصل نہیں ہوتا، بلکہ حقیقی مقصد سے محرومی ہی رہتی ہے، اس لئے اذکار ووظائف اور اوراد ہی کو سب کچھ سمجھ کر فارغ نہ ہونا چاہئے، بلکہ اپنی زندگی کا مسلسل جائزہ لیتے رہنا چاہئے، اصلاح نفس کی فکر کی فکر مرتے دم تک نہ چھوڑنی چاہئے۔

۳:... آنکھ، کان، زبان کی سختی کے ساتھ احتیاط رکھئے، یہی تین اعضا ساری عبادات اور گناہوں کے آلۂ کار اور تمام باطنی اچھے وبرے اعمال واخلاق کے محرک ہیں، اس لئے ان تینوں اعضا کی نگہداشت یعنی ان کے جائز وناجائز استعمال کا خیال نہایت اہم اور ضروری ہے، جب بھی ان اعضاء سے کوئی غلطی ہوجائے فوراً توبہ کرنی چاہئے:

چشم بند وگوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی نور حق برمن بخند

یعنی گناہوں اور برائیوں سے اپنی آنکھ، کان، زبان تینوں چیزوں کو بند کرلیجئے، اس کے بعد اگر آپ کو نورِ حق نظر نہ آئے تو مجھ پر ہنسئے۔

۴:... اگر نماز، روزہ، زکاۃ وغیرہ ذمہ میں باقی ہو تو اس کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے، اسی طرح کسی کا مالی حق اپنے ذمہ ہو تو اسے ادا کیا جائے یا معاف کرایا جائے۔

۵:...اپنے آپ کو دوسروں سے کم تر سمجھیں، دوسروں کو اپنے مقابلہ میں حقیر نہ سمجھیں۔

۶:... باطنی اعمال میں جو اچھے اخلاق ہیں، ان کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کیجئے اور جو برے اخلاق ہیں، ان سے اپنے آپ کو بچا کر رکھئے۔

۷:...اللہ والوں نے چار اعمال ایسے بتلائے ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے بہت سے برے اخلاق سے نجات مل جاتی ہے اور بہت سے اچھے اخلاق کی توفیق حاصل ہوتی ہے، وہ چار اعمال یہ ہیں:

(۱) شکر (۲) صبر (۳) استغفار (۴) استعاذہ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں پر شکر کیا کیجئے، اور کوئی ناگوار واقعہ پیش آ جائے تو اس پر صبر کیا کیجئے اور چلتے پھرتے استغفار کرتے رہا کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے رہا کیجئے۔

۸:... ہر ہر کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنی چاہئے، کیونکہ سنت پر عمل کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، لہٰذا تمام عبادات وطاعات اور معاملات ومعاشرت اور رہن سہن، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، چلنے پھرنے، کھانے پینے، لباس وپوشاک، وضع وقطع ہر چیز میں مؤکدہ وغیر مؤکدہ سنتوں کا لحاظ کرنا چاہئے، خصوصاً ان سنتوں کا جن کا تعلق عبادات سے ہو، عادات سے نہ ہو اور سنن عادیہ کا بھی ہو سکے تو حدود میں رہتے ہوئے اور کھانے پینے کا، سونے جاگنے، بیت الخلاء آنے جانے، گھر یا مسجد سے نکلنے اور داخل ہونے اور اسی طرح دوسرے کاموں کے متعلق جو مسنون دعائیں ہیں، ان کو زبانی یاد کر لینا چاہئے اور ان کو اپنے اپنے موقع پر پڑھنے کی عادت ڈال لینی چاہئے۔

۹:...حتی الامکان مرد حضرات کو نماز با جماعت کا اور خواتین کو بر وقت نماز کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہئے، شرعی عذر کے بغیر مرد حضرات کو مسجد کی جماعت کو نہیں چھوڑنا چاہئے اور مسجد کے آداب کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱۰:...جن نمازوں سے پہلے یا بعد میں سنتیں ہیں، ان کو بھی ادا کرنا چاہئے، مؤکدہ سنتوں کی ادائیگی تو اپنی جگہ ہے، غیر مؤکدہ سنتوں کو بھی ہو سکے تو ادا کرنا چاہئے، مثلاً عصر سے پہلے چار سنتیں، عشاء سے پہلے چار سنتیں، اس کے علاوہ اشراق، چاشت اور بعد مغرب اوابین کا بھی اہتمام کرنا چاہئے، نیز تہجد کی نفل نماز کم از کم چار رکعت اور عام حالات میں بارہ رکعات کا معمول بنانا چاہئے اور ہو سکے تو تہجد رات کے آخری حصہ میں صبح صادق سے پہلے پہلے ادا کرنا چاہئے، ورنہ عشاء کے بعد ہی وتر سے پہلے کچھ رکعتیں تہجد کی نیت سے پڑھ لیا کریں اور ارادہ وحوصلہ یہی رکھا کریں کہ رات کے آخر حصہ میں بھی پڑھنے کی کوشش کروں گا، رمضان المبارک میں تراویح کی نماز کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

۱۱:...روزانہ فجر کی نماز کے بعد یا جب بھی سہولت ہو ایک وقت مقرر کر کے قرآن مجید کی تلاوت کا معمول بنانا چاہئے، روزانہ ایک پارہ، اگر یہ مشکل ہو تو آدھا پارہ اور اگر یہ بھی مشکل ہو تو ایک

پاؤ پارہ ممکنہ حد تک تجوید سے اور دوسرے آداب کی رعایت کرتے ہوئے تلاوت کرنا چاہئے، اگر کسی روز اتفاق سے یا کسی عذر کی وجہ سے تلاوت نہ ہوسکے تو دوسرے دن اس کی تلافی کی کوشش کرنی چاہئے۔

۱۲:... تلاوت کے علاوہ روزانہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''مناجات مقبول'' سے ہر دن کے مطابق عربی میں ایک منزل ورنہ آدھی منزل پڑھنی چاہئے، دعاؤں کے ساتھ ترجمہ پر بھی ساتھ ساتھ نظر رکھی جائے تو بہت اچھا ہے اور روزانہ نا سہی تو کبھی کبھی اردو میں منظوم مناجات مقبول کی منزل بھی پڑھ لینی چاہئے اور اگر ہوسکے تو مناجات مقبول میں ہی درج شدہ ''حزب البحر'' پڑھنے کا بھی روزانہ معمول بنانا چاہئے۔

۱۳:... فجر کے بعد سورہ یٰس، ظہر کے بعد سورۂ فتح، عصر کے بعد سورۂ نبأ، مغرب کے بعد سورۂ واقعہ، اور عشاء کے بعد سورۂ ملک کی تلاوت کا اہتمام کرنا چاہئے۔

۱۴:... روزانہ ایک تسبیح ''**سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم**''۔

۱۵:... روزانہ ایک تسبیح استغفار کی ''**أستغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب وأتوب إلیہ**''۔

(۱۶) روزانہ ایک تسبیح ''**سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا إلٰہ إلا اللّٰہ واللّٰہ أکبر ولا حول ولا قوۃ إلا باللّٰہ**''۔

۱۷:... روزانہ ایک تسبیح درود شریف کی، درود ابراہیمی یا پھر یہ درود ''**اللّٰھم صل علی سیدنا ومولانا محمدن النبی الأمی وعلی اٰلہ وأصحابہ وسلم**''۔

۱۸:... روزانہ دو سو مرتبہ ''**لا إلٰہ إلا اللّٰہ**'' چار سو مرتبہ ''**لا إلٰہ إلا اللّٰہ**'' چھ سو مرتبہ ''**اللّٰہ اللّٰہ**'' سو مرتبہ ''**اللّٰہ**'' نمبر ۱۶ میں درج یہ کل ۱۳ تسبیحات ہیں، لیکن دوازدہ تسبیحات یعنی ۱۲ تسبیحات کے نام سے مشہور ہیں، ان کا اصل وقت تو تہجد کی نماز کے بعد اور فجر کی نماز سے پہلے ہے، اگر کسی کو اس وقت مشکل ہو تو فجر کے بعد، ورنہ عشاء کے بعد۔

تنبیہ:

بعض محقق بزرگان دین نے کثرت نوافل اور تلاوت قرآن کو زیادہ اہمیت دی ہے، جس میں کثرت ذکر بھی آجاتا ہے، اس لئے کثرت نوافل اور تلاوت قرآن کو دیگر اذکار پر فوقیت حاصل ہے، نیز اذکار و اوراد کے معمولات میں فرصت و ہمت اور صحت کے لحاظ سے نیز اپنے مرشد کی ہدایت کی روشنی میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے، اگر کسی کی اتنا ذکر کرنے سے صحت متاثر ہوتی ہو یا دماغ پر بوجھ پڑتا ہو تو کمی کرنی چاہئے، بعض اوقات ایک جگہ بیٹھ کر ذکر کرنے سے دماغ پر زیادہ زور اور دباؤ پڑتا ہے، اگر ایسی صورت حال ہو تو بعض اذکار چلتے پھرتے پورے کرلئے جائیں، معمولات نافلہ کے بارہ میں ایک بات یہ ہے کہ ان کا معمول شروع کرنے کے بعد ناغہ سے بے برکتی ہوتی ہے، اس کا حل بعض بزرگوں نے یہ بیان فرمایا

ہے،اگر کبھی کسی وجہ سے معمول پورا نہ ہو سکے تو کسی دوسرے وقت اختصاراً ہی سہی اس کی تلافی کر لی جائے، اس کی وجہ سے بے برکتی سے حفاظت رہتی ہے،لیکن یہ بات ذہن نشین کر لینا ضروری چاہئے، جس قدر نیت صحیح اور قوی ہوگی، اسی کے مطابق برکات وثمرات حاصل ہوں گے، دینی مدارس کے طلباء زیادہ اذکار واوراد کرنے کے بجائے اپنے اسباق اور مطالعہ میں مشغولیت رکھیں اور تقویٰ وطہارت کا اہتمام رکھیں۔

۱۹:...وقت ضائع کرنے سے بچنے کا بہت زیادہ خیال رکھیں،فضول گفتگو سے پرہیز کریں۔

۲۰:...دینی کتابوں کو زیر مطالعہ رکھیں،خواہ تھوڑا بہت کیوں نہ ہو، روزانہ مطالعہ کا معمول بنانا چاہئے، چند اہم اور مفید کتابیں یہ ہیں: بہشتی زیور، اصلاحی نصاب، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ وملفوظات،شریعت وتصوف،فضائل اعمال...(روز نامہ اسلام،کراچی،۱۸رصفر۱۴۳۳ھ،مطابق ۱۳رجنوری۲۰۱۲ء)

حضرت مفتی محمد صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

’’بالآخر ۴ اور ۵ صفر ۱۴۳۳ھ، ۳۱دسمبر ویکم جنوری جمعہ وہفتہ کی درمیانی شب ساڑھے بارہ بجے عمر کے چھیانویں سال یہ ولی کامل اس دارِفانی سے رخصت ہوکر اپنے انعام واکرام والے رب کے پاس پہنچ گئے،إنّ للّٰہ ماأخذ ولہ ماأعطیٰ وکل شيء عندہ بأجل مسمیٰ‘‘ دوسرے دن ۱۲ بجے کے قریب حضرت کی میت گھر کے برآمدے میں رکھی گئی، جنازہ نمازِ ظہر کے متصل بعد دارالعلوم کراچی میں ہونا تھا، حاضرین باری باری زیارت کرنے لگے، بندہ بھی حاضر ہوا، چہرے پر بلا کی معصومیت تھی، عجیب نورانیت تھی،سکون تھا، چہرہ کھلا ہوا تھا، بندہ ایک طرف ہوکر کھڑا ہوگیا،حضرت کے صاحبزادے جناب شاہ رخ صاحب، پوتے، داماد غم سے نڈھال کھڑے تھے، کچھ علماء وخدام بھی تھے۔ مفتی اعظم پاکستان، صدر دارالعلوم کراچی حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے،فرمایا: دنیا کی مشقتوں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں پہنچ گئے، واقعی ایسا لگ رہا تھا کہ ۹۶ سال کا مسافر طویل سفر کے بعد بڑے اطمینان وسکون سے محو آرام ہے۔نمازِ ظہر کے بعد دارالعلوم کراچی میں علماء،طلبہ اور صلحاء کے جم غفیر نے نماز جنازہ اداء کی اور ہمارے حضرت والا رحمہ اللہ اپنی آخری آرام گاہ پہنچ گئے، جہاں سے کسی فرد بشر کو مفر نہیں اور جو ہر انسان کی آخری منزل ہے‘‘۔

نواب صاحبؒ نے پس ماندگان میں اہلیہ محترمہ، ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی چھوڑے ہیں۔ادارہ بینات آپؒ کے پسماندگان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ نواب صاحب کی بال بال مغفرت فرمائے اور آپؒ کی حسنات کو قبول فرما کر آپ کو جنت الفردوس کا خلد نشین بنائے۔

شمسی وقمری تاریخ کی شرعی حیثیت اور ابتداء

مولوی قیصر مشتاق

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل سوالات کے بارہ میں کہ:

۱......اسلامی وانگریزی تاریخ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا قرآن وحدیث وغیرہ سے اس کا ثبوت واشارہ ملتا ہے؟

۲......اسلامی تاریخ واقعۂ ہجرت سے شمار کی جاتی ہے، اس کی ابتداء کب سے ہوئی اور کس نے شروع کی؟

۳......اسلامی تاریخ کا حساب چاند سے کیا جاتا ہے، اختلاف مطالع کی وجہ سے تاریخ کی تعیین میں لوگوں کو مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، جبکہ کچھ لوگ بالخصوص علماء اسلامی تاریخ کو انگریزی تاریخ پر ترجیح دیتے ہیں، وجوہِ ترجیح کیا ہیں؟

۴......عیسوی وشمسی تاریخ کی ابتداء کب سے ہے اور کن واقعات پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے؟

مستفتی: محمد عابد قریشی، جہانگیر روڈ، کراچی

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ اللہ جل شانہ نے اس کائنات کے نظام میں سورج اور چاند دونوں کو تاریخ معلوم کرنے اور حساب رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''هُوَالَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْراً وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ'' (یونس:۵)

ترجمہ:۔ ’’وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو (بھی) نورانی بنایا اور اس (کی چال) کے لئے منزلیں مقرر کیں (کہ ہر روز ایک منزل قطع کرتا ہے) تاکہ (ان اجرام کے ذریعے) تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو‘‘۔(معارف القرآن)

البتہ چاند کے ذریعے مہینہ اور تاریخ کا حساب آسان ہے، جبکہ سورج کے حسابات کے لئے ریاضی کا علم ہونا ضروری ہے اور یہ عام آدمی کے لئے مشکل ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

’’عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: إنا أمة أمية لانكتب ولانحسب ، الشهر هكذا وهكذا وهكذا، وعقد الابهام فى الثالثة ، ثم قال: ألشهر هكذا وهكذا وهكذا ، يعنى تمام الثلاثين ، يعنى مرةً تسعاً وعشرين ومرةً ثلثين .متفق عليه‘‘. (مشكوة المصابيح ص: ۱۷۴)

ترجمہ:۔ ’’نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم (اہل عرب) امی قوم ہیں کہ حساب کتاب نہیں جانتے۔مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا ہوتا ہے (لفظ ’’اتنا‘‘ تین مرتبہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دومرتبہ بند کیں اور پھر کھول دیں) اور تیسری مرتبہ میں (ہاتھوں کی) انگلیاں بند کر کے پھر نو انگلیاں تو کھول دیں اور) انگوٹھا بند کئے رکھا اور پھر فرمایا: مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا یعنی پورے تیس دن کا ہوتا ہے، آپ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ کبھی تو مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے‘‘۔ (مظاہر حق ج:۲،ص:۳۰۵)

اور دونوں کے حسابوں میں فرق بھی ہے، جیسا کہ سورۂ کہف میں ارشاد ربانی ہے:

’’وَلَبِثُوا فِىْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعاً، قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا‘‘. (كهف: ۳۵)

ترجمہ:۔ ’’اور وہ لوگ اپنے غار میں (حالت خواب میں) تین سو برس تک رہے اور نو سال اوپر رہے، آپ کہہ دیجئے! کہ خدا تعالیٰ ان کے رہنے (کی مدت) کو زیادہ جانتا ہے‘‘۔(بیان القرآن)

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں:

’’وقال البغوى: روى عن علیؓ أنه قال: عند اهل ألكتاب أنهم لبثوا ثلاث

مائة سنة شمسية والله تعالیٰ ذکر ثلاث مائة قمرية، والتفاوت بين الشمسية والقمرية في كل مائة سنة ثلاث سنين فيكون في ثلاثمائة تسع سنين فلذلک قال: "وَازْدَادُوْا تِسْعاً". (تفسير مظهرى ج:٦،ص:٢٨)

چنانچہ انگریزی تاریخ کا حساب رکھنا اور اپنے دنیاوی معاملات اس کے مطابق انجام دینا جائز ہے، بشرطیکہ فرض کفایہ کے درجے میں امت میں اسلامی قمری تاریخ رائج ہو اور رمضان، حج وغیرہ عبادات کا وقت معلوم ہو سکے، ایسا نہ ہو کہ آدمی کو جنوری، فروری وغیرہ کے سوا کوئی مہینے ہی معلوم نہ ہوں۔ فقہاء کرامؒ نے قمری حساب باقی رکھنے کو مسلمانوں کے ذمہ فرض کفایہ قرار دیا ہے اور یہ حساب سنتِ رسول ﷺ، سنتِ انبیاء علیہم السلام اور خلفاء راشدینؓ کی سنت ہونے کی وجہ سے باعثِ خیر و برکت ہے۔ (ملخص از معارف القرآن ج:۴،ص:۵۰۶)

سن ہجری کا باقاعدہ آغاز حضرت عمرؓ کے دور میں ۱۷ ہجری میں ہوا اور اس کا باعث یہ ہوا کہ یمن کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کو لکھا کہ آپ کے فرامین ہمارے پاس پہنچتے ہیں، لیکن ان پر تاریخ درج نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ کون سا فرمان پہلے کا ہے اور کون سا بعد میں جاری ہوا تو اس موقع پر امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے حضرات صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے اسلامی کیلنڈر کا باقاعدہ آغاز فرمایا:

بخاری شریف میں ہے:

"عن سهل بن سعدؓ قال: ماعدوا من مبعث النبی ﷺ ولا من وفاته، ماعدوا إلا من مقدمه المدينة". (صحيح البخاری ج:١،باب التاريخ)

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"وذكروا في سبب عمل عمرؓ التاريخ أشياء، منها ما أخرجه أبو نعيم...... من طريق الشعبي: أن أبا موسىؓ كتب إلى عمرؓ: إنه يأتينا منک كتب ليس لها تاريخ، فجمع عمرؓ الناس، فقال بعضهم: أرخ بالمبعث وبعضهم أرخ بالهجرة فقال عمرؓ: الهجرة فرَّقت بين الحق والباطل، فأرخوا بها، وذلک سنة سبع عشرة، فلما اتفقوا قال بعضهم: ابدء وا برمضان، فقال عمرؓ: بل بالمحرَّم، فإنه منصرف الناس من حجهم، فاتفقوا عليه". (فتح الباری شرح البخاری ج:٩، ص:٣٤٢، بيروت)

اسلامی قمری تاریخ مسلمانوں کا شعار ہے اور چونکہ اس کی بنیاد چاند پر ہے اور اس کا حساب

کتاب نہایت آسان ہے اور عبادات مثلاً حج، رمضان اور عید وغیرہ کا حساب رکھنے میں بھی آسانی اور سہولت ہوتی ہے، نیز یہ کہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اور حضرات صحابہ کرامؓ نے اس کو اختیار کیا ہے، اس لئے تمام مسلمانوں کے نزدیک اسلامی تاریخ دوسری تاریخوں سے راجح ہے۔

پہلی اقوام میں مصریوں نے شمسی حسابات پر اپنی تقویم کی بنیاد رکھی، اس میں قمری مہینوں کے بجائے نئے مہینوں کا تعین کیا جاتا ہے اور یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ مہینوں سے موسموں کی مکمل نشاندہی ہو، اس سے متأثر ہوکر رومی بادشاہ جولیس نے شمسی کیلنڈر کو اپنایا۔ اس وقت رومی کیلنڈر کا برا حال تھا، کسی وقت میں یہ بالکل ایک قمری کیلنڈر تھا اور اس میں دس مہینے تھے اور اس کی ابتداء مارچ سے ہوتی تھی، بعد ازاں اس میں دو مہینے اور شامل کئے گئے اور اس کی ابتداء مارچ کے بجائے جنوری سے کی گئی، نیز دن کی ابتداء مغرب کے بجائے رات کے نصف سے ہونے لگی، غالباً یہ پہلی باقاعدہ کوشش تھی کہ مہینوں میں موسموں کا خیال رکھا جائے۔ جولیس نے مصریوں سے متأثر ہوکر اس کیلنڈر کو بالکل ایک شمسی کیلنڈر بناکر اس کا ناطہ چاند سے بالکل توڑ دیا، اس نے مہینوں کی تعداد بارہ رہنے دی اور ان میں دنوں کی تعداد ایسی رکھی کہ سب کا مجموعہ ۳۶۵ یا ۳۶۶ بنے، اس میں ایک دن کا فرق لیپ کے سال کے لئے ہے۔ جولیس نے ساتویں مہینے کو اپنے نام سے موسوم کرکے جولائی بنادیا، اس کے بعد آنے والے بادشاہ نے آٹھویں مہینے کو اپنے نام سے منسوب کرکے اگست بنادیا...... عام لوگ اس کو عیسائی کیلنڈر سمجھتے ہیں، اگرچہ عیسائی بھی اس کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن اس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، یہ رومی کیلنڈر تھا...... نہ تو اس کی ابتداء کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوئی تعلق ہے اور نہ ہی اس کے مہینوں سے اس کا کچھ اظہار ہوتا ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا، بحوالہ فہم الفلکیات)

الجواب صحیح — الجواب صحیح — کتبہ

محمد عبدالمجید دین پوری — محمد انعام الحق — قیصر مشتاق

تخصص فقہ اسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

☆☆....☆☆

نقد و نظر

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

ادارہ

مجالسِ غورغشتوی:

ملفوظات: شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ، جامع: خطیب اسلام حضرت مولانا محمد امیر صاحب بجلی گھر، ترتیب: مفتی محمد قاسم بجلی گھر، صفحات: ۲۷۰، قیمت: درج نہیں، ناشر: مدرسہ فاروقیہ، لالہ زار کالونی، علاقہ مولانا بجلی گھر، لنڈی ارباب روڈ، پشاور۔

دارالعلوم دیوبند نے ایسے جلیل القدر اور ہمہ جہت افراد اور شخصیات تیار کیں جن کی عزت وعظمت اور بلندی کردار کی ایک دنیا معترف ہے۔ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک روشن کڑی، اسلاف کی یادگار، زہدوتقویٰ کے پیکر قطب وقت حضرت مولانا قمر الدین چکڑالوی کے شاگرد رشید اور امام الموحدین، رئیس المفسرین والمحدثین عارف باللہ حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں کے خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتوی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً بھی تھے۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے بقول:

> ''کم وبیش ایک سو شائقین کلام نبوی یہاں سے سیراب ہوتے تھے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ علم حدیث کا چرچا پٹھانوں کے تمام ملکوں میں آپ ہی کی ذات سے ہوا تو یہ مبالغہ نہ ہوگا، حتی کہ آپ کا اسم گرامی مولانا نصیرالدین کی جگہ شیخ الحدیث ہی مشہور ہوگیا''۔

خطیبِ اسلام حضرت مولانا محمد امیر بجلی گھر جو حضرت غورغشتوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے محبّ صادق اور مجلس نشین تھے، آپ نے حضرت کے ملفوظات کو نہ صرف یہ کہ ضبط وجمع کیا، بلکہ اپنے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی محمد قاسم صاحب کو اس کام پر لگایا کہ وہ ان کو ترتیب دے کر منصۂ شہود پر بھی لائیں۔

الحمد للہ! یہ کتاب حضرت غور غشتویؒ کے ملفوظات پر مشتمل ہے، کہنے کو تو یہ ملفوظات ہیں، لیکن حقیقتاً ہر مجلس مستقل عنوان اور مضمون پر مشتمل ہے، مثلاً اس کتاب میں کل پندرہ مجالس کا ذکر ہے، جن میں پند ونصائح بھی ہیں اور علم وعمل کی ترغیب بھی، اپنے اسلاف اور اکابر کا تعارف بھی ہے اور ان کی دینی خدمات کا تذکرہ بھی۔ اسی طرح عربی، پشتو اور اردو اشعار کا بھی کافی ذخیرہ اس کتاب میں آ گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ کتاب بہت ہی علمی مضامین پر مشتمل ہے، ایک دفعہ کتاب پڑھنا شروع کر دیں تو اسے بند کرنے کا جی نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر کے ملفوظات پر عمل کرنے اور امت کی اصلاح وراہنمائی کے لئے اپنے اکابر کی تعلیمات کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ کتاب کا کاغذ، جلد اور طباعت بہت ہی عمدہ ہے۔

معارف الابرار:

افادات: محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ، تبویب وترتیبِ نو: بشیر احمد بھائیہ ومحمد راشد صاحبان، قیمت: درج نہیں، ناشر: انجمن احیاء السنۃ نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق قدس سرہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے تھے، اتباع سنت میں خاص ذوق تھا، وضو، اذان اور نماز کی ایک ایک ادا میں سنت کا اہتمام تھا۔ اس کتاب میں، علم اور اہل علم کی عظمت، مدارس کے لئے راہنما اصول، معلمین وطلبہ کے لئے قیمتی نصائح، اصلاح نفس وضرورت مرشد، شیخ کے حقوق وآداب، شرعی وضع قطع کی اہمیت، داڑھی کی اہمیت، آدابِ دعوت وتبلیغ، گھر کی اصلاح کے علاوہ بیسیوں اہم عنوانات شامل اشاعت ہیں۔

مواعظ اور ملفوظات کی کتب میں اکثر وبیشتر ایک بات سے دوسری بات نکلتی چلی جاتی ہے، جس سے موضوع میں تشنگی رہنا لازمی امر ہے، اس کتاب میں خاص اہتمام سے آپ کے مواعظ اور ملفوظات کے بحر ذخار میں غوطہ زنی کر کے ایسے تمام ملفوظات کو علیحدہ مستقل عنوانات کے تحت یکجا کیا گیا ہے۔ یہ کتاب واعظین، خطباء اور ائمہ مساجد کے لئے ایک بے بہا تحفہ ہے۔ کتاب کا کاغذ، طباعت اور جلد بہت ہی اعلیٰ ہے۔

اصلاح المسلمین:

حضرت مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب نقشبندیؒ خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبد الغفور عباسی مہاجر مدنیؒ تصحیح وتخریج وتعلیق: مولانا حافظ لیاقت علی شاہ نقشبندی غفوری مدظلہ، صفحات: ۳۳۶، قیمت: درج نہیں، ناشر: مکتبہ غفوریہ بلاک: بی، سندھی مسلم سوسائٹی کراچی، موبائل فون: ۰۳۰۰-۲۵۲۸۲۷۲

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، یہ کتاب محض مسلمانوں کے عقائد واعمال کی اصلاح ودرستگی اور ان

کی راہنمائی کے لئے لکھی اور شائع کی گئی ہے، کتاب کو پانچ ابواب پر منقسم کیا گیا ہے، باب اول: حقوق والدین، عقوق والدین، باب دوم: حقوق زوجین، باب سوم: احکام الحجاب، باب چہارم: فضیلت علم، باب پنجم: کبائر ورذائلِ اخلاق، حکومت وامارت، بے حیائی، عریانی اور فحاشی، ٹخنوں کے نیچے پاجامہ لٹکانا، تصویر، رشوت اور مال حرام، اشیاء کی عیب پوشی اور ملاوٹ، سود کی لعنت، حقوق ہمسایہ، خدمت، غیبت، دیوث کون ہے؟ لعنت کا وبال، بے رحمی وبدخلقی، خودکشی، ظلم کی نحوست، عمامہ کی فضیلت سے لاپرواہی، داڑھی کی سنت سے بے اعتنائی جیسے مضامین سولہ فصلوں میں تحریر کئے گئے ہیں۔ کتاب کو تخریج سے باحوالہ اور عمدہ کمپیوٹرائزڈ کتابت سے مزین کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ہر مسلمان اور ہر گھر کی اہم ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف وناشر کی محنت کو اپنی بارگاہ میں مقبول ومنظور فرمائیں، آمین۔

الفقه فی السنده (فقہاء سندھ اوران کی فقہی خدمات):

حضرت مولانا اللہ بخش ایاز ملکانی، صفحات: ۳۱۴، قیمت: درج نہیں، ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم کو دینی، علمی، معلوماتی اور اکابر کی سوانح مرتب کرنے اوران کو اشاعت کے بعد عوام تک پہنچانے میں ''موفق من اللہ'' بنایا ہے۔ میرے شیخ حضرت اقدس حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ: ہم القاسم اکیڈمی کی مطبوعات پر اتنا جلدی تبصرہ نہیں کرپاتے، جتنا جلدی یہ مولانا صاحب نئی نئی کتب منصۂ شہود پر لے آتے ہیں۔

زیرتبصرہ کتاب حضرت مولانا اللہ بخش ایاز ملکانی مدظلہ نے تخصص فی الحدیث کے دوران محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ کے زیرنگرانی وسرپرستی مقالہ کے طور پر لکھی تھی، جس میں تاریخِ سندھ، سندھ کا محل وقوع، وجہ تسمیہ، سندھ میں اسلامی فتوحات کے علاوہ سندھ کے علمی مراکز، فقہائے سندھ کی فقہی تالیفات، فقہ اوراس کی تاریخی حیثیت، سندھ کے مسلم فرماں روا اوران کے ادوار جیسے اہم مضامین درج ہیں۔ یہ کتاب ''دریا بکوزہ'' کا مصداق ہے اور کتاب کے شروع میں حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم کا شان دار پیش لفظ ثبت ہے۔ علم فقہ اور فن تاریخ سے تعلق رکھنے والے احباب کے لئے یہ کتاب نعمتِ غیرمترقبہ ہے۔

معارف ام القرآن:

حضرت مولانا محمد نعمان صاحب، صفحات: ۳۴۴، قیمت: درج نہیں، ناشر: مکتبہ الیاس، ۸۵/ زیڈ بہادر یار جنگ سوسائٹی کراچی، موبائل فون: ۰۳۲۱-۲۰۶۹۹۴۵

زیرتبصرہ کتاب، تعوذ، تسمیہ اور سورۂ فاتحہ کی تفسیر پر مشتمل ہے، جو مؤلف نے کئی تفاسیر کی غواصی

کرتے یہ علمی اور نادر جو ہر علماء وطلبہ کے لئے پیش کیا ہے۔ کتاب بہت ہی علمی جواہر پاروں سے مرصع ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مؤلف کو مزید درمزید علمی موتی جمع کرنے اور دینی حلقوں تک پہنچانے کی توفیق سے نوازیں۔ تفسیر قرآن سے محبت کرنے والوں کے لئے یہ کتاب علمی سوغات سے کم نہیں۔ امید ہے کہ علم دوست احباب اس کتاب کی قدر افزائی فرمائیں گے۔

عبداللہ چکڑالوی اور فتنۂ انکار حدیث:

حافظ مولانا عبدالجبار سلفی، صفحات: ۶۳، قیمت: درج نہیں، ناشر: ادارہ مظہر التحقیق کھاڑک، ملتان روڈ، لاہور۔

اس رسالہ کا ٹائیٹل پر یوں تعارف کرایا گیا ہے:

''برصغیر میں فتنۂ انکار حدیث کے بانی اور مرجع گمراہان خاص قاضی غلام نبی المعروف عبداللہ چکڑالوی کے حالات وواقعات اوران کے مولد ومسکن کی تحقیق، ان کی علمی فرومائیگی، خیالات کے الجھاؤ اور منکرین حدیث کا فکری سفر، سلف بیزار طبقے کے مکائد وتزاویر، نیز ژرف بین نگاہ رکھنے والے محققین اہل علم کی دفاع حدیث پر خدمات کا ایک جائزہ''۔ یہ رسالہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

قواعد الضبط للقرآن الکریم:

افادات: حضرت مولانا قاری عبدالملک صاحب زیدمجدہم، مرتب: مولانا قاری خلیل الرحمن صاحب، صفحات: ۶۴، ناشر: ادارۃ المعارف کراچی: ۱۴، موبائل فون: ۲۸۳۱۹۶۰-۰۳۰۰

زیرنظر رسالہ حضرت مولانا قاری عبدالملک زیدمجدہم کی محنت شاقہ کا ترجمان اور علمی افادات کا شاہکار ہے۔ یہ رسالہ قرآن کریم کے قواعد وضوابط پر ایک منفرد تحقیق وتحریر ہے، جو قرآن کریم کے کلمات کے صحیح تلفظ اور کتابت کی درستگی میں معاون وممد ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی علامات، نشانات، حرکات وسکنات، مدوشد وغیرہ کی پہچان کے لئے بہترین راہ نما ہے۔ امید ہے شائقینِ قرآن اس رسالہ کا ضرور مطالعہ فرمائیں گے۔

اعمالِ بشارت:

جناب محمد راشد صاحب، صفحات: ۱۵۱، قیمت: درج نہیں، ناشر: ادارۃ المعارف کراچی: ۱۴، فون: ۳۵۰۴۹۷۳۳-۰۲۱

جناب محمد راشد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ ذوق سلیم عطا فرمایا ہے کہ وہ جہاں بزرگوں کے ملفوظات اور حالات کا مطالعہ فرماتے رہتے ہیں، وہاں زیر مطالعہ آنے والی اچھی اچھی باتوں اور اعمال کو کاغذ پر نقل بھی فرماتے رہتے ہیں جس سے ایک جاندار مضمون تیار ہوجاتا ہے۔ اسی کاوش کا نتیجہ یہ زیر

تبصرہ کتاب بھی ہے۔ اعمال بشارت نامی اس کتاب میں اسباب مغفرت، اعمال مغفرت، مغفرت کاملہ، آتش دوزخ سے نجات، اعمال جنت، رحمتوں کے خزانے اور برکات درود شریف جیسے مضامین کو شامل کیا گیا ہے، کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

مزید الایمان یعنی ایمان افروز مضامین:

محمد عبدالقادر جیلانی، صفحات: ۴۳۲، قیمت: درج نہیں، ناشر: مکتبہ صدیقیہ، بیرون تبلیغی مرکز رائے ونڈ، لاہور موبائل فون: ۰۳۰۳۵۹۷۱۳۱

زیر تبصرہ کتاب مولانا عبدالقادر جیلانی کی تالیف ہے، جو جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے متخصص ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں طالب علمی کے زمانہ سے ہی کتب بینی اور مطالعہ کا ذوق وافر مقدار میں ودیعت فرمایا ہے۔ یہ کتاب ان کے ذوقِ مطالعہ کا اعلیٰ نمونہ اور علمی مواد کا وافر خزینہ ہے۔ اس کتاب میں توحید، سیرت، آخرت اور دعوت وتبلیغ کی اہمیت سے متعلق آیات، احادیث، اشعار اور تاریخی واقعات کا ایمان افروز مستند ذخیرہ آ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس محنت اور کاوش کو قبولیتِ عامہ سے سرفراز فرمائیں۔

فضیلتِ علم:

حافظ محمد ابوبکر صدیق، صفحات: ۱۵۰، قیمت: درج نہیں، ناشر: جامعہ زکریا رانا ٹاؤن، قائم پور، تحصیل حاصل پور، ضلع بہاول پور۔

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں قرآنی آیت: ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا'' کے تحت جو مضمون قلم بند کیا ہے، زیر تبصرہ کتابچہ اس کا ترجمہ ہے، جو علم کی اہمیت وفضیلت پر ایک نادر اور لاجواب مضمون کی حیثیت رکھتا ہے۔ خطباء وعلماء اور عوام الناس کے لئے یہ کتابچہ ایک خاصے کی شئے ہے۔

نماز جنازہ میں مسنون دعا:

مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی قادری مدظلہ، صفحات: ۴۰ قیمت: درج نہیں، ناشر: مکتبہ جامعہ عثمانیہ، ترنڈہ محمد پناہ، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان۔

حضور اکرم ﷺ کو امت کے لئے اسوۂ حسنہ بنا کر بھیجا گیا، آپ ﷺ نے پیدائش سے لے کر موت تک ہر ہر مرحلے اور ہر ہر موقع کے لئے راہنمائی فرمائی ہے۔

اس رسالہ میں نماز جنازہ اور اس کا مسنون طریقہ ذکر کیا گیا ہے اور گمراہ لوگوں نے جو دعا بعد الجنازہ کا خودساختہ طریقہ گھڑ لیا ہے، اس کا مدلل رد اس رسالہ میں کیا گیا ہے۔

بدعت وگمراہی کے ماحول میں رہنے والے حضرات کے لئے یہ رسالہ اہم علمی ہتھیار ہے۔

دعوتِ ملاقات

دیسی علاج کو انگریزی علاج کی ماں کہا گیا ہے، چنانچہ جس طرح ماں کے دامن میں ہی حقیقی خیر وعافیت ہوتی ہے، اسی طرح بغیر کوئی دوسرا نقصان پہنچائے مستقل علاج دیسی علاج ہی ہے، میں نے پہلے ہربل فارمیسی بنائی، بارہ سال کے عرصہ میں لاکھوں مریضوں کی ادویات پورے ملک میں حکماء اور ڈاکٹر حضرات کو سپلائی کیں، پھر مختلف شہروں میں مختلف مطبوں پر بطور طبیب ملکی وغیر ملکی کم از کم ایک لاکھ مریضوں کا علاج کیا، اسی طرح لاہور کے طلبہ کالج میں علم بالمقابلہ، امراض نسواں وامراض خاص مردانہ کا لیکچرار رہا ہوں۔ دوا ایوارڈ اور ایک گولڈ میڈل حاصل کر چکا ہوں۔ شفاء اللہ کے ہاتھ میں ہے، تاہم خداداد قابلیت اور ذہانت کی بناء پر درج ذیل امراض کے کامیاب علاج کا یقین دلاتا ہوں:

امراض مردانہ: بغیر نشہ آور ادویات یا کشتہ جات دیئے امراض مردانہ کا کامیاب علاج کیا جاتا ہے۔

امراض زنانہ: ایام کی خرابی، لیکوریا، اٹھرا کا علاج کر کے بانجھ عورتوں کو صاحب اولاد ہونے کے قابل بنایا جاتا ہے۔

امراض بچگانہ: سوکھے اور لاغر بچوں کو موٹا تازہ کیا جاتا ہے اور نہ چل پھر سکنے والے بچے چلنے لگتے ہیں، نہ بولسکنے والے بچے بولنے لگتے ہیں۔

دماغی امراض: جنون، مالی خولیا، بے خوابی، نسیان اور اعصابی کمزوری کا علاج کیا جاتا ہے۔

زہروں کا تریاق: بواسیر، سوزاک، آتشک کا کامیاب علاج موجود ہے۔

حرف آخر: حکومت پاکستان سے مستند اور رجسٹرڈ درجہ اول ہوں، لہذا تمام امراض کے علاج پر مکمل عبور حاصل ہے۔ پڑھے لکھے طبقہ کو میری خصوصی دعوت ہے۔

ہمارے چندروزہ کورسز کی قیمتیں درج ذیل ہیں۔

۱۔دمہ۔۔۔۱۰۰۰	۵۔بلڈ پریشر۔۔۔۱۰۰۰	۹۔سوزاک۔۔۔۲۰۰۰	۱۳۔کیرا۔۔۔۳۰۰۰	۱۷۔یرقان۔۔۔۵۰۰۰
۲۔موٹاپا۔۔۔۱۰۰۰	۶۔شوگر۔۔۔۱۰۰۰	۱۰۔اسقاط۔۔۔۳۰۰۰	۱۴۔بواسیر۔۔۔۳۰۰۰	۱۸۔جنون۔۔۔۵۰۰۰
۳۔دق الاطفال۔۔۔۱۰۰۰	۷۔دبلاپن۔۔۔۱۰۰۰	۱۱۔تبخیر معدہ۔۔۔۳۰۰۰	۱۵۔اٹھرا۔۔۔۳۰۰۰	۱۹۔بے اولادی۔۵۰۰۰
۴۔دردیں۔۔۔۱۰۰۰	۸۔السر۔۔۔۲۰۰۰	۱۲۔رسولیاں۔۔۔۳۰۰۰	۱۶۔اعصابی کمزوری۔۵۰۰۰	۲۰۔کمی سپرم۔۔۔۱۰۰۰۰

نوٹ:

(۱) دوائی یا کورس بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رقم پہلے بھیجیں۔

(۲) ملاقات کرنے کے لئے فون پر پہلے وقت لے لیں

حکیم حاجی عبدالکریم بھٹی
لاہور ملتان روڈ، حبیب آباد ضلع قصور۔
فون: ۷۵۴۵۱۱۹-۰۳۱۳-۷۵۴۵۱۱۹، ۰۳۴۵-۷۵۴۵۱۱۹